ضرت بی بی پاکدامناں
(لاہور)
ون ہیں اور کہاں سے آئیں؟

ایک تاریخی دستاویز

پیشکش

حفیظ اللہ خاں منظر

۶/۲۹
ادارہ ضیائے ادب، بی بی پاکدامن، لاہور

نام کتاب	حضرت بی بی پاکدامناں کون ہیں اور کہاں سے آئیں؟
مؤلف	حفیظ اللہ خاں منظر
ناشر	ادارہ ضیائے ادب بی بی پاکدامن لاہور
مطبع	لاہور آرٹ پریس ۱۵ انارکلی، لاہور
ایڈیشن	اول
تعداد	۲ ہزار
کتابت	حافظ نصیر الدین ظفر تلمیذ جناب عبدالرشید قمر صاحب مدظلہ
قیمت	۱۲ روپے

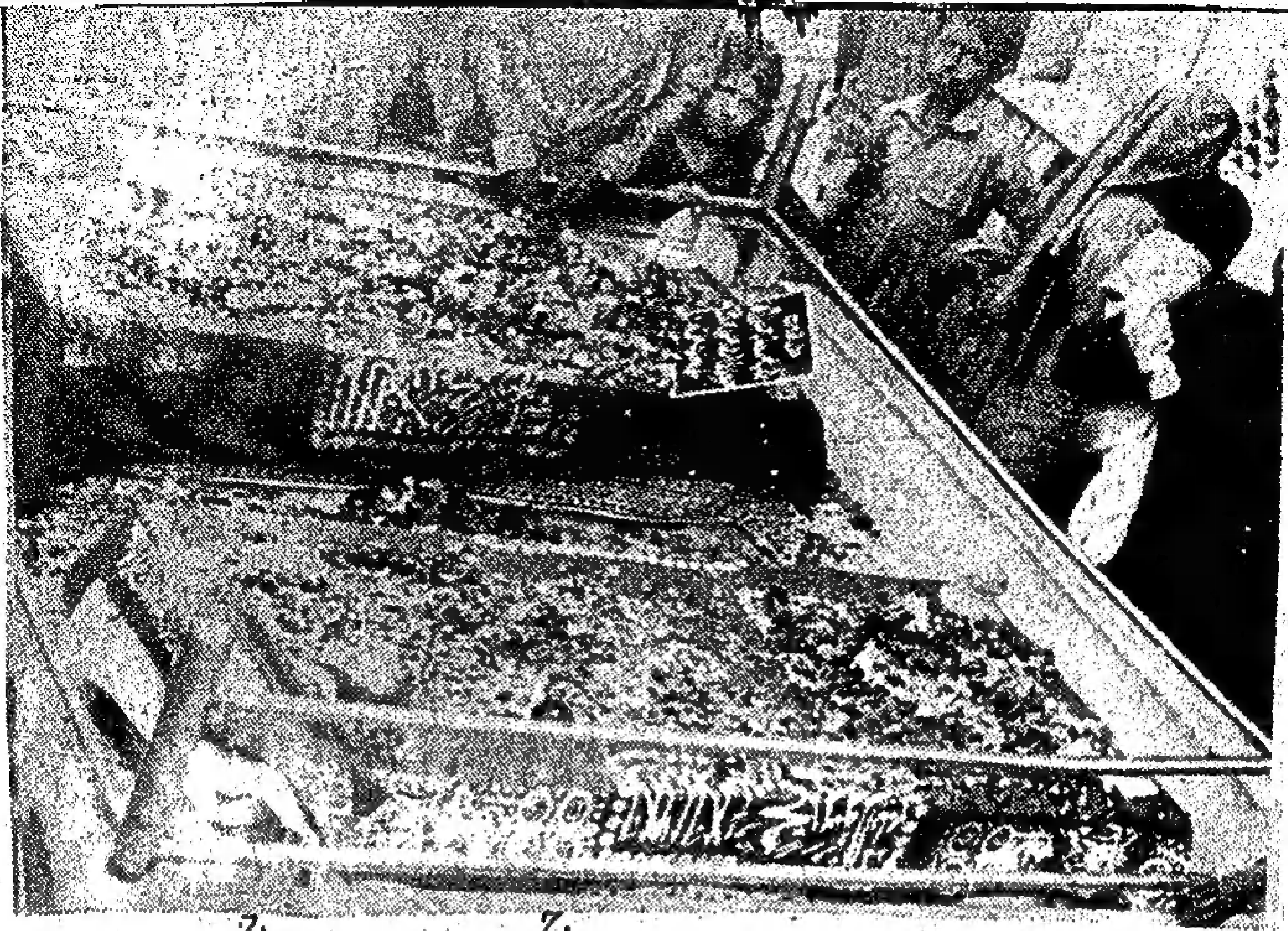
ملنے کے پتے

(۱) بدر جنرل سٹور بی بی پاک دامن لاہور

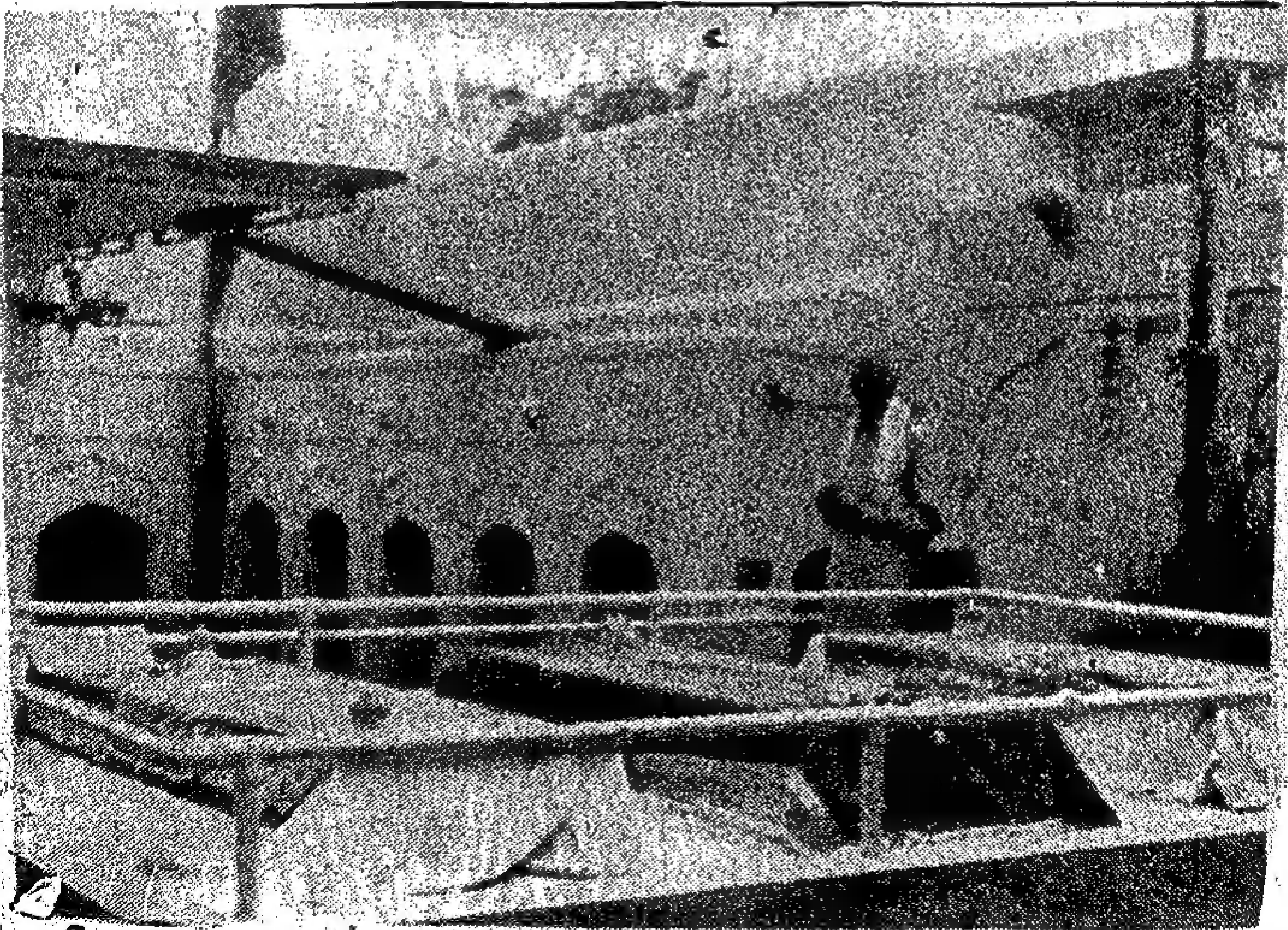
(۲) ادارہ ضیائے ادب ۶/۲۹ بی بی پاکدامن لاہور

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
پیش لفظ	۷	مشہد سیدہ رقیہ صغریٰ مصر میں	۵۷
تحقیقات چشتی	۹	۳۷۲ھ کا لاہور ؟	۶۰
قارئین کرام سے	۱۲	آخر یہ ہیں کون ؟	۶۳
برادران مسلم کا قصاص پر اصرار	۱۳	ضمیمہ خاندان نامہ	۶۷
حضرت امام حسینؓ کا ہمراہیوں سے خطاب	۱۴	حضرت سید احمد توختہؒ ترمذ سے	۷۷
ہمراہیوں کی ثابت قدمی	۱۵	لاہور میں	
شمر کے بھانجوں کے لئے امان	۱۷	سیدہ حاج کے پوتے کی اولاد ...	۸۰
قافلہ اہلبیت کی شام کو روانگی	۲۷	اولاد حضرت سید احمد توختہؒ	
یزید کی زُودِ پشیمانی	۲۸	ترمذی کا فرض	۸۰
اہل بیت کی مدینہ روانگی	۲۹	درگاہ حضرت بی بی پاکدامناںؒ	
اُم لقمان بنت عقیلؓ کا نوحہ	۳۰	کے چند حقائق	۸۲
کربلا میں سیدہ رقیہ کبریٰ	۳۱	تحقیقی جائزہ	۹۰
ازواج و اولاد حضرت علیؓ	۳۲		
سیدہ رقیہ کبریٰ کی والدہ	۴۱		
فہرست ازواج و اولاد حضرت علیؓ (نقشہ)	۵۱ الف		
شہادت حضرت رقیہ کبریٰ	۵۲		
روضہ سیدہ رقیہ کبریٰ (دمشق میں)	۵۳		



مزارات: بی بی تاجؒ، بی بی نورؒ
(بی بیاںؒ پاکدامناںؒ لاہور)



مزارات: بی بی حورؒ، بی بی گوہر - بی بی شہبازؒ
(بی بیاں پاکدامناںؒ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

تعریف اللہ کی جس پر بھروسہ ہے اور جس سے مدد کی اُمید ہے۔

تاریخ نگاری ایک زبردست اہمیت کی حامل ہے اور اس فن کو اقوامِ عالم میں خاص مقام حاصل ہے اصطلاح میں اس کے معنی وقت بتا کر احوال کو متعین کرنا ہے اس کے حصول کے لئے اپنے دماغ اور جسم کو پوری طرح حاضر رکھنا پڑتا ہے اور زروز اس کے لئے سواریاں اور کجاوے کسے جاتے ہیں۔ اپنی تخلیق کو کامیاب بنانے کے لئے عالم و جاہل دونوں ہی پیش قدمی کرتے ہیں اور در بدر کی خاک چھان کر ہی منزلِ مراد تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ (علامہ ابن خلدون)

تحقیق و جستجو کے بعد جب یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے حاصل کردہ لٹریچر میں کچھ مواد غیر معتبر اور غیر مستند بھی شامل ہو چکا ہے تو یہاں آکر ہر مولف و مرتّب اپنی اپنی فراست اور ظرف کا ثبوت دیتا ہے۔ عام لوگ جھوٹے سچے، معتبر و غیر معتبر واقعات، خود ساختہ افسانے، اوہام و خیالات اور کمزور مقولے اور خود تراشیدہ روایات کے خوبصورت حاشئے جما کر طالبانِ علم کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد آنے والے اسی شاہراہ پر بے محابہ چلے جاتے ہیں، ہاں لکیر کے فقیر بن کر وہی واقعات بلاکم و کاست لوگوں تک پہنچاتے ہیں، نہ کبھی انہوں نے واقعات کے اسباب پر غور و فکر کیا، نہ ہی انہوں نے بے بنیاد اور من گھڑت باتیں چھوڑیں اور نہ ان کا معقول جواب پیش کیا اور اس طرح وہ اپنی کتاب کے مصنف بن کر دائرہ مصنفین میں زبردستی شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسے مصنفین کا کاسۂ صداقت اک نہ اک دن پھوٹ ہی جاتا ہے اور خود ان کی اپنی بھی شخصیت غیر معتبر ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے کیا خوب فرمایا جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے

مقابلہ میں تاریخ کو لاکر کھڑا کر دیا۔

مگر ان صادق القول مرتبین اور مصنفین کا تو کیا ہی کہنا جن کی تالیفات حقیقت، سچائی، اور اسلامی صداقت میں نہائی دھوئی ہوتی ہیں۔ لوگوں کے سامنے بن سنور کر اجلی قبا میں ملبوس آتی ہیں ان کی صداقت کی چمک دمک اور آفتاب تاریخ کے اوراق میں ایک سنہری باب کا اضافہ کر دیتی ہے

غرض انہیں تصورات سے متاثر ہو کر احقر نے یہ تحقیق "بی بیاں پاکدامناں کون ہیں اور کہاں سے آئیں؟" مرتب کی ہے اور نذر قارئین کی جا رہی ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ مزار اقدس بی بی پاکدامناں کو حضرت علی المرتضیٰؑ کی صاحبزادی جناب رقیہ کبریٰ زوجہ حضرت مسلم بن عقیلؑ اور جناب عقیل بن ابی طالبؑ کی صاحبزادیوں سے منسوب کر کے بیان کیا گیا ہے کہ یہ مخدرات نویں محرم ۶۱ھ کو بحکم حضرت امام حسینؑ میدان کربلا سے ہجرت کر کے لاہور میں آگئیں اور ہندو عہد میں زمین میں سما گیئں۔ آج سے سو برس پہلے کی تصنیف "تحقیقات چشتی" مصنفہ مولوی نور احمد چشتی اس خیال کی ترجمان ہے اس کے بعد آنے والے مؤلفین نے اس بات کی خوب تشہیر کی اور ساتھ ہی تھا اسے "ناقابل یقین" بے بنیاد اور غلط بھی قرار دیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ مزارات سید احمد توختہ کی صاحبزادیوں کے ہیں جن کا مدفن چلہ بی بیاں اندرون اکبری منڈی میں ہے۔

مگر افسوس صد افسوس انہوں نے سوائے اپنی کتاب پیش کر لینے کے اس سلسلے میں تحقیق و جستجو کا کچھ کام نہیں کیا۔ اگر وہ عامۃ المسلمین کو تاریخ عرب و عجم سے روشناس کرا دیتے تو یقیناً ایک بہت بڑی تاریخی غلطی کا ازالہ ہو جاتا۔

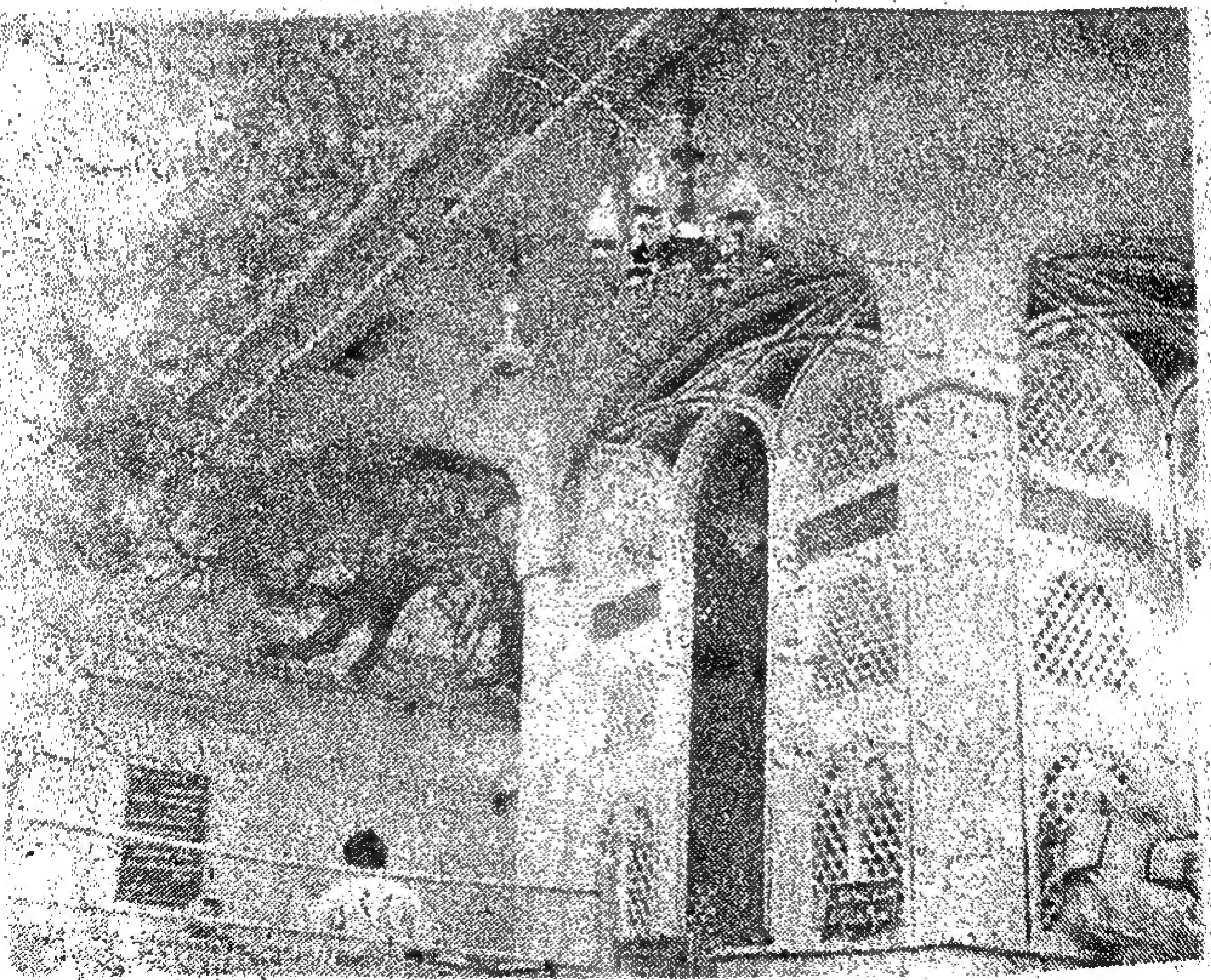
بحمد للہ احقر کی یہ تالیف اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ میں نے حقیقت کو پانے کی کوشش میں جو کچھ بھی حاصل کیا ہے۔ وہ پورے خلوص اور دیانتداری سے کتب تواریخ و سوانح کے اقتباسات نذر قارئین کر رہا ہوں۔ (ملاحظہ فرمایئے)

فروری ۱۹۸۳ء — احقر العباد، حفیظ اللہ خاں منظر عفی عنہ

ماخذ

تحقیقاتِ چشتی	مصنفہ	مولوی نور احمد چشتی (المتوفی ۱۲۷۶ھ)
تاریخ بی بیاں پاکدامناں	مؤلفہ	مولوی محمد بخش قریشی (لاہور)
تاریخ کامل عربی	مصنفہ	علامہ ابن اثیر
تاریخ طبری	مصنفہ	علامہ ابن جریر
تاریخ ابن خلدون	مصنفہ	علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون
ذبح عظیم	مؤلفہ	خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی
منتہی الآمال (جلد اول)	تالیف	جناب حاجی شیخ عباس قمی
منتخب التواریخ	تالیف	جناب حاجی محمد ہاشم بن محمد بن علی خراسانی
مناقب آل ابی طالب جلد دوم	مؤلفہ	جناب ابی جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب
شجرۂ ازواج و آل علیؑ	مرتبہ	حفیظ اللہ خاں منظر
سوانح حضرت مسلم بن عقیل	مؤلفہ	مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی ۱۹۴۷ء لکھنؤ
تحفۃ الزائرین	مرتبہ	الحاج ملک صادق علی صاحب عرفانی مدیر "شیعہ" لاہور
زندگانی زینب کبریٰؑ	مؤلفہ	عماد الدین حسین اصفہانی (عماد زادہ) مطبوعہ ایران
تذکرۃ الخواتین (فارسی)	مؤلفہ	مرزا مہدی شیرازی
انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (جلد ۱۵)		مطبوعہ دانش گاہ پنجاب (لاہور) پاکستان
تاریخ مخزن پنجاب	مصنفہ	مفتی غلام سرور لاہور، مطبع نامی منشی نول کشور کانپور ۱۸۷۷ء
تاریخ لاہور	مصنفہ	رائے بہادر کنہیا لال مطبع وکٹوریہ پریس لاہور
حدیقۃ الاولیاء	مصنفہ	مفتی غلام سرور

تذکرہ علمائے لاہور مصنفہ۔ محمد دین فوق
مآثر لاہور مولفہ منشی محمد دین فوق مرتبہ محمد عبداللہ قریشی (نقوش لاہور نمبر)
رسالہ عرفات کا مرتبہ میاں محمد دین کلیم مؤرخ لاہور
بی بی پاکدامن نمبر
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور
جلد ۵



مزار مبارکہ حضرت بی بی حاجؒ
(بی بیاںؒ پاکدامناںؒ لاہور)

تحقیقاتِ چشتی

مصنفہ مولوی نور احمد چشتی

بار اول ۱۸۶۷ء ۱۲۸۴ھ
حمیدیہ سٹیم پریس لاہور
بار دوم ۱۹۰۶ء ۱۳۲۴ھ
صفحات ۳۱۲ تا ۳۲۴

تذکرہ در احوال مقبرہ عالیہ حضرات بی بی پاکدامناں

حال ان کا یہ ہے کہ یہ چھ بیبیاں ایک جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی ہمشیرہ جناب حضرت عباسؓ کی موسوم بہ رقیہ المشہور بی بی حاج اور پانچ صاحبزادیاں حضرت عقیلؓ برادر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی جن کے نام یہ ہیں حضرت بی بی تاج، حضرت بی بی حور، حضرت بی بی نور، حضرت بی بی گوہر، حضرت شہباز ہمشیرگان حضرت مسلم، حضرت رقیہ المشہور بی بی حاج صاحبہ منکوحہ جناب امام مسلم تھیں۔ کہتے ہیں کہ جناب امام ہمام سید امام شاہ کربلا غریب پُرجفا یعنی سید الکونین امام حسین رضہ مدینہ منورہ سے روانہ کوفہ حسب الطلب کوفیاں ہوئے ہیں تو یہ بیبیاں بھی ہمرکاب تھیں۔ نہم محرم الحرام کو جناب امام ہمام نے حسب ایمائے باطنی جناب مرتضوی کو ان بیبیوں کو ارشاد فرمایا۔ کہ تم یہاں سے چلی جاؤ، انہوں نے عرض کی کہ یا اخی ہم تم کو ایسے حال پر اختلال میں چھوڑ کر کہاں جائیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔ اگر ایسا کریں تو بروز قیامت جناب بی بی فاطمہؓ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نور چشماں میں مجبور ہوں۔ حکم مرتضوی ایسا ہی ہے مراقبہ کر کے دیکھ لو، ناچار بیبیوں نے عرض کی کہ اچھا ہم تابعدار ہیں۔ جہاں حکم ہو چلی جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہند جانے کا تم کو ارشاد ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ ہمارے دونوں فرزند آپ کے پاس رہیں تاکہ آپ کے قدموں پر شہادت پائیں آخر بہ ردوکد حضرت نے قبول فرمایا اور بیبیاں وہاں سے روانہ ہند ہوئیں، دوسرے روز واقعہ ہائلہ جانگداز شہادت حضرت جناب سید مظلوم کا سنا، بہت گھبرائیں۔ مگر بہ خیال تعمیل حکم چلی آئیں حتیٰ کہ لاہور میں آپہنچیں اور یہاں مقام خانقاہ اس وقت ایک ٹیلہ تھا۔ اس پر گھبرائیں، اس زمانہ میں گرد و نواح اس مقام کے کوئی گوٹھی یعنی بستی راہبوں

کی تھی، جب یہ بیبیاں یہاں پہنچیں تو بہ مجرد برکت قدوم میمنت لزوم قدرت اہل بیت رسولؐ کے ان راہبوں کے آتشکدے سرد ہو گئے اور بستیوں میں فتور وخلل پڑ گیا تو انہوں نے جوتشیوں سے باعث اس تہلکہ کا پوچھا، سب نے سوچ بچار کر کے کہا کہ یہاں کوئی اہل اللہ عرب ترک سے آئے ہیں۔ یہ ان کی برکت کا اثر ہے، انہوں نے بعد دریافت ان کی طلب کے واسطے ملازم بھیجے کہ ان کو بلا لائیں اس امر سے یہ بی بیاں حیران ہوئیں کہ یا الٰہی ہم رسیدہ ستم ہیں، اور اول جدائی برادران اور واقعہ کربلا ہوا اور پھر ملک بیگانہ حتیٰ کہ کوئی ہماری بولی بھی نہیں سمجھتا اس سے آپ ان کے پاس تشریف نہ لے گئیں۔ جب یہ خبر راجہ کو پہنچی کہ وہ تشریف نہیں لائیں تو ان کے سردار نے ولی عہد کو بھیجا اور کہا کہ یا تو اپنے ہمراہ ان کو لا یا اپنی قلمرو سے نکال آنا اور نام اس راجہ کا کنور تھا اور بعضوں کے نزدیک مہابرن اور اس کے بیٹے کے نام بکرما سہائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب یہ بی بی صاحبان تشریف لائیں تھیں تو اس وقت سات سو چار آدمی ولی اللہ حافظ قرآن اور بزرگ ان کے ہمراہ تھے، جب وہ کنور حضرت کے پاس آیا اور حکم راجہ کا سنایا؟ تو آپ نے پہلے یہ منت سماجت فرمائی کہ بابا ہم غریب ہیں، مسافر ستم رسیدہ اور بے خانماں ظلم کشیدہ ہیں اور از حد بے کس ہیں، برائے خدا ہم کو تکلیف نہ دو اگر تم ہمارے یہاں رہنے سے ناراض ہو تو ہم چلی جاتی ہیں اور ماسوا اس کے ہمارے مذہب میں ستر داری کا حکم بہ تاکید جاری ہے اس واسطے ہم راجہ تک نہیں جا سکتیں۔ اس نے کہا کہ میں مجبور ہوں اور راجہ صاحب کی طرف سے آپ کو پکڑنے پر مامور ہوں۔ آخر بی بی صاحب کلاں نے راجہ کے لڑکے کو اپنے پاس طلب کیا اور اس کی طرف دیکھا، دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو رو دیا اور حضرت کے قدم مبارک پر گر کر درخواست تعلیم و تلقین، دین اسلام کی کی۔ اور صدق دل سے مسلمان ہوا۔ جب یہ خبر راجہ کو پہنچی تو وہ نہایت متردد ہوا۔ تمام ہندوؤں کو بلا کر شورش مچا دی۔ اس سے بی بی صاحبان بہت خائف ہوئیں اور جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ ابھی خوف حادثہ کربلا ہمارے دلوں سے نہیں گیا کہ یہ دوسرا حادثہ عظیم برپا ہوا ہے، ہم چاہتی ہیں کہ ہم پس پردہ ہو جائیں۔ یا الٰہی زمین کو حکم دے کہ ہم کو امان دے، یہ دعا ان کی قبول ہوئی اور اسی وقت

زمین میں شگاف ہوگیا اور تمام بیبیاں اس میں سما گیئں اور پوشیدہ ہونے سے پہلے بہت اشخاص ہمراہیاں کو آپ نے رخصت عنایت کی اور فرمایا کہ اپنے اپنے وطنوں کو چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ اتباعاً حکم چلے گئے اور صرف چار حافظ جن کے نام یہ ہیں ابوالفتح، ابوالفضل۔ ابوالکلام۔ عبداللہ حضرات کی خدمت میں باقی رہے اور قبریں ان کی بی بی تنوری کے غرب رویہ موجود ہیں اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہی زمین میں سما گئے، جب کنور نے ان کی کرامت دیکھی تو صدق دل سے فقیر ہوگیا اور مجاور ہو بیٹھا، اس وقت حضرات بیبیاں کے دوپٹوں کے پلے برروئے زمین نظر آتے تھے اس نے ان نشانوں پر قبور بنائیں۔ چند روز وہ پلے نظر آتے رہے۔ پھر وہ بھی ناپید ہوگئے۔ جب کفار نے یہ کرامت دیکھی۔ تو دم بخود ہوگئے اور کئی ایک ایمان لے آئے

مشہور ہے کہ جب وہ کنور مسلمان ہوگیا۔ تو بی بی صاحبان نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور بعد چندے وہ عبداللہ خاکی کے نام سے معروف ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام محمد جمال رکھا گیا تھا۔ الغرض اس کی اولاد اب تک مجاور خانقاہ عالیجاہ ہے اور راجپوت کہلاتی ہے ۔ اور وہ راجہ اپنے فرزند سے بہ سبب مسلمان ہونے کے محبت نہ کرتا تھا۔ مگر بہ لحاظ آتش فرزندی اس کو بارہ زمین دے دی۔

کتاب تاریخ بی بیاں پاکدامناں کے بارے میں (مؤلفہ محمد بخش قریشی)

کتاب مذکورہ "تحقیقات چشتی" کی تقلید کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اور بار بار وہی باتیں دہرائی گئی ہیں (۱) حضرت علی المرتضیٰؑ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ کبریٰؑ زوجہ جناب مسلم بن عقیل کو بطن ام البنینؑ سے اور جناب عباس، جعفر، عثمان اور عبداللہ صاحبزادگان علیؑ کی بہن لکھا ہے

مگر تاریخ کی تمام مستند کتابوں مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، منتہی الآمال، منتخب التواریخ اور مناقب آل ابی طالب میں سیدہ رقیہ کبریٰ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل کو حضرت علیؑ کی زوجہ صہبا المشہور ام حبیب کے شکم سے لکھا ہوا ہے اور عمر بن علیؑ کی سگی بہن بنایا گیا ہے گویا جناب ام البنینؑ سے چار بیٹے تو ہوئے مگر کوئی بیٹی

پیدا نہیں ہوئی۔

کتاب "تاریخ بیبیاں پاکدامناں" کے مؤلف نے میدانِ کربلا سے لاہور آنے والے قافلہ اہل بیت کے ثبوت میں جن کتابوں مثلاً تاریخ اسلام عبدالرحمن شوق تذکرۃ الکرام، ذبح عظیم، تاریخ کامل اور تاریخ آئمہ کو پیش کیا اور جو جو حوالے دیئے وہ سب کے سب غلط ہیں، کسی ایک کتاب میں بھی اس قافلہ کے لاہور آنے کے بارے میں ایک حرف تک نہیں لکھا دیکھا گویا کتاب مذکورہ جھوٹ اور فریب کا پلندہ ہے۔

عرب وعجم کی تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ مکہ اور مدینہ سے جو افراد اہل بیت کے ساتھ چلے تھے ان میں سے کسی ایک نے بھی میدان کربلا سے آخر دم تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ لاہور آجانے کی ساری کی ساری داستان من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔

نوٹ: ہم اپنی تحقیق کے ثبوت میں درجنوں کتابوں کے تاریخی اقتباسات پیش کر سکتے ہیں، طوالت کے باعث صرف چند حوالے نذر قارئین ہیں (حفیظ اللہ خاں منظر)

قارئین کرام! تحقیقات چشتی کے مصنف کے مندرجہ بالا بیان کو ہم سب سے پہلے تاریخ اسلام کی روشنی میں دیکھیں تو ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں۔ کہ

(۱) حضرت علی المرتضیٰ کی کن کن بیویوں سے کون کونسی اولاد پیدا ہوئیں۔

(۲) رقیہ نام کی کتنی صاحبزادیاں تھیں اور ان کے شوہر کون کون تھے۔

(۳) رقیہ نامی صاحبزادیاں کن ازواج سے پیدا ہوئیں اور کن صاحبزادوں کی سگی بہنیں تھیں۔

(۴) آیا وہ واقعہ کربلا کے وقت جناب امام حسینؑ کے ساتھ تھیں

(۵) جناب امام حسینؑ نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہندوستان چلے جانے کا حکم دیا اور کیا ان میں سے کوئی روز عاشورہ یا بعد میں ہندوستان آئے۔؟

جب کہ یہ کفر گڑھ تھا۔

(۶) میدانِ کربلا میں جناب امام حسینؑ کے ساتھ کتنے افراد تھے۔

(۷) جناب رقیہ کبریٰ کے ساتھ ہندوستان آنے والے سات سو چار افراد (بقول مصنف مذکور) کی حقیقت کیا ہے۔؟

(۸) مزاراتِ شام میں کونسی رقیہ کا روضہ ہے اور مصر میں کس رقیہ بنت علیؑ کا مزار ہے۔

(۹) پاکستان کے شہر لاہور میں خانقاہ "بیبیاں پاکدامناں" کو حضرت رقیہ کبریٰ بنتِ علیؑ اور حضرت عقیلؑ ابن ابی طالب سے منسوب کرنا کہاں تک درست ہے جبکہ یہاں سبھی مؤرخوں نے ماسوائے تحقیقات چشتی، جناب امام حسینؑ کے اہل بیت کے یہاں آنے کو تسلیم نہیں کیا اور اس مزارِ اقدس کو مرشدِ پنجاب حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیوں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی حور، بی بی نور، بی بی شہباز اور بی بی گوہر کی خانقاہ مانا ہے، جو بحیثیت ایک سُنی مزار حکومت پاکستان کے محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لیا ہے اور جس کے سابقہ گدی نشین بھی اہل سُنت والجماعت ہیں۔

تاریخ طبری

حصہ چہارم ص-۲۳۲

مصنف علامہ ابن جریر طبری

برادرانِ مسلم کا قصاص پر اصرار

روایت ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کو مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ حُر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی۔ حُر نے پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں۔ کہا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں۔ حر نے کہا پلٹ جائیے وہاں آپ کے لئے بہتری کی مجھے کوئی امید نہیں ہے، یہ سن کر آپ نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مسلم کے سب بھائی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا واللہ جب تک مسلم کا انتقام ہم نہ لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہیں جائیں گے۔ آپ نے کہا تمہارے

بعد زندگی کا لطف نہیں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے۔ جب اوائل لشکر ابن زیاد کے سوار آپ کو ملے تو آپ کربلا کی طرف مڑ پڑے، ایک بنسواڑی جو نشیب میں واقع تھی۔ اسے آپ نے پشت لشکر پر رکھا۔ وہیں آپ اتر پڑے اور اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ آپ کے اصحاب میں پینتالیس سوار اور ایک سو پیادہ تھے۔

الکامل لتاریخ

جلد چہارم ص ۴۳
مصنف ابن اثیر

فلمّا أتى الحُسينَ خبرُ قتل أخيه من الرضاعة ومسلم بن عقيل أعلم الناس ذلك وقال : قد خذلَنا شيعتُنا ، فمن أحبّ أن ينصرف فلينصرف ليسَ عليه منّا ذِمام . فتفرّقوا يميناً وشمالاً حتى بقي في أصحابه الذين جاؤوا معه من مكّة ، وإنّما فعل ذلك لأنّه علم أنّ الأعراب ظنّوا أنّه يأتي بلداً قد استقامت له طاعة أهله فأراد أن يعلموا علامَ يقدمون

تاریخ ابن خلدون

مصنف علامہ عبد الرحمن ابن خلدون

حضرت امام حسینؓ کا ہمراہیوں سے خطاب

حضرت امام حسینؓ نے آخری رات (کربلا میں) اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا" میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر اور پوشیدہ کرتا ہوں، اے اللہ میں تعریف تیری ہی کرتا ہوں۔ کہ تُو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہمکو گوش و چشم و قلوب عنایت کئے اور قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی۔ پس ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اما بعد! میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے کسی کو بہتر جانتا ہوں، نہ میرے اہل بیت سے کوئی زیادہ نیک اور نہ ان سے کوئی شخص رشتہ کا زیادہ لحاظ رکھنے والا ہے۔ پس تم سب کو اللہ تعالے

جزائے خیر عطا فرمائے، آگاہ ہو جاؤ، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ دشمن مجھ سے فردِ لڑیں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ جس کا جس طرف جی چاہے چلا جائے۔ میرا کچھ حق اس پر نہیں ہے لیکن مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے لے۔ تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے گا اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف متفرق و منتشر ہو کر چلے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس تکلیف سے بچالے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں اگر وہ مجھے پائیں گے تو دوسروں کی جستجو نہ کریں گے۔

اس فقرہ کا تمام ہونا تھا کہ سب کے سب چلا اٹھے۔

ہمراہیوں کی ثابت قدمی آپ کے بھائی، لڑکوں، بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے لڑکوں نے رو کر کہا "ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ آپ کے بعد ہم باقی رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی بھی یہ دن نہ دکھائے" امام حسینؓ نے فرمایا "اے بنی عقیل بس بس مسلم کی شہادت کافی ہے۔ تم لوگ جاؤ، میں نے تم کو خوشی کے ساتھ اجازت دی" بنی عقیل بولے۔

آپ سے علیحدہ ہو کر خلائق سے ہم کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ اپنے سردار اپنے بہتر بن چچا کے لڑکے کو دشمنوں کے قبضہ میں چھوڑ آئے اور ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ پھینکا اور نہ ان کے ساتھ ایک نیزہ مارا اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی۔ واللہ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں گے، اللہ کی قسم ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ آپ کو تنہا چھوڑیں گے بلکہ ہم اپنے کو اور اپنے مال کو اور اپنے اہل کو آپ پر فدا کر دیں گے، آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے جو حال آپ کا ہو وہی ہمارا ہو۔ خدا وہ زندگی ہمیں نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔

تاریخ اسلام جلد سوم ص ۵۳۵ مصنف عبدالرحمن شوق

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ خدا نے جو چیز پیدا کی

ہے وہ سب ایک روز فنا ہوگی، ہر شخص مرے گا، کوئی آگے، کوئی پیچھے، سب کو موت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اسی طرح باقی اہل بیت کو بھی تسلی و تشفی دیتے ہوئے کہا۔

"یزید کا لشکر جو ہمیں گھیرے ہوئے ہے، یہ صرف میری موت کا خواہاں ہے تمہارا دشمن نہیں ہے، اس لئے تم میرے لئے موت کے منہ میں نہ آنا، مجھے خدا کے سپرد کردو اور تم لوگ اپنی جانیں ضائع نہ کرنا"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر سنکر آپ کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ دن خدا نہ دکھلائے کہ ہم آپ کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھ کر جیتے رہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم لوگ آپ کو چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کا یہ استقلال دیکھا تو جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

ذبح عظیم مؤلفہ خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی کتب خانہ اثنا عشری لاہور

صفحہ نمبر ۷۳، ۷۴ پر لکھا ہے۔ جو لوگ آپ (حضرت امام حسینؓ) کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے۔ وہی ساتھ رہے۔ باقی چھٹ گئے۔ باقی رہ جانے والوں کی تعداد صرف بہتر تھی۔

صفحہ نمبر ۱۹۵ پر فوق صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جریر ابن عبداللہ ابن مخلد الکلابی کی چچازاد بہن امّ البنین زوجہ حضرت علیؓ کے بطن سے صرف چار لڑکے (عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان) تھے (کوئی لڑکی نہیں تھی)

صفحہ نمبر ۲۰۲ تا ۲۰۳ عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان پسرانِ حضرت علیؓ کو ان کے ماموں شمر کا امان دِلانا مگر ان کا قبول نہ کرنا اور اسے جھڑک دینا۔

تاریخ طبری

جلد پنجم ص ۲۵۹ تا ۲۶۰

شمر کے بھانجوں کے لئے امان

شمر کو جب یہ خط ملا تو خود اور اس کے ساتھ عبداللہ بن ابی محل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام علیؑ بن ابو طالب کے پاس تھیں ان کے بطن سے عباس عبداللہ، جعفر، عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی محل نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے ہماری بہن کے بیٹے حسینؑ کے ساتھ ہیں تو مناسب سمجھو تو ان کے لئے امان دیدو ابن زیاد نے کہا بسر و چشم" کاتب کو حکم دیا اس نے امان کا فرمان لکھدیا۔ مگر انہوں نے یہ امان قبول نہ کی

ذبح عظیم

مولفہ، مولوی سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی

صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۰ طبع جدید

جناب امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اصحاب جان نثار کی جوش عقیدت اور حسن وفا

جناب امام حسین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ نے کسی طرح اس امر کی اجازت نہ دی کہ آپ کے جان نثار اور خالص الاعتقاد اصحاب آپ کی نصرت اور حمایت میں اپنی عزیز جانیں قربان کرنے کے لئے مجبور کئے جائیں کیونکہ کربلا کے معاملات انتہا تک پہنچ چکے تھے اور معاملہ کے روبراہ ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی تھیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے عہدہ امامت کی مناسب ہدایات کو پورے طور سے وما علینا الا البلاغ کی حد تک پہنچا دیا تھا اور ایک بار نہیں کئی بار، ایک موقعہ پر نہیں کئی موقعوں پر صحبت میں، خلوت میں، جلوت میں عمر ابن سعد کو سمجھایا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ہمراہی مسلمانوں کو فرزند رسولؐ کے خون ناحق میں شریک ہونے سے بچائے مگر ان تمام ہدایات کے خلاف جب آپ نے یقین کر لیا کہ عمر سعد کے حالات لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا کی حد

تک پہنچ چکے ہیں اور اب یہ سنگدل، خدا ناترس مجھ کو ضرور قتل کرے گا۔ ایسی حالت میں آپ کے اخلاق اس کے مقتضی نہ ہوئے کہ ایک اپنی جان کے لئے اپنے عزیز و اقا اور جاں نثار اصحاب کو بھی قتل کرادیا جائے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ اعدائے دین کو صرف میری ذات سے مخالفت و خصومت ہے تو ایسی حالت میں ان قلیل وفاداروں کو اپنے سا معرض ہلاکت میں ڈالنا خلق و مروّت سے بعید ہے،

مناسب ہے کہ ان لوگوں پر صورت معاملہ صاف کھول دی جائے اور ان کو اس محاصرہ سے نکل جانے کا پورا اختیار دیدیا جائے۔ جناب امام حسین علیہ السلام دیر تک اس خیال میں مصروف رہے۔ پھر اپنی تمام جمعیت کو جن میں آپ کے عزیز و اقارب بھی تھے جمع فرمایا اور نہایت اطمینان سے ان کو یہ خطبہ سنایا۔

اثنیٰ علی اللہِ احسنَ الثناءِ واحمدہٗ علی السّرّاءِ والضرّاءِ اللّٰھمّ انّی احمدک علیٰ ان کرّمتنا بالنّبوّۃِ وعلّمتنا بالقراٰن وفهّمتنا فی الدّین وجعلتَ لنا اسماعاً وّ ابصاراً وافئدۃً فاجعلنا من الشاکرین اما بعد فانی لا اعلم اصحاباً اوفی ولا خیراً من اصحابی و لا اھل بیت ابرّ و لا اوصل من اھل بیتی فجزاکم اللہ عنّی خیراً الا انی لاظنّ یوماً لنا من ھٰؤلاءِ الا و انی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعاً فی حلٍّ لیس علیکم حرجٌ منّی و لا ذمام ھٰذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملاً ولیاخذ کل رجلٍ بید رجلٍ من اھل بیتی تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم فان القوم انما یطلبوننی ولو قد اصابونی لھوا عن طلب غیری۔

آپ نے پہلے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی حمد کی اور بعد حمد و ستائش خدا تمام اصحاب و عزیز و اقارب کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار عالم میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اس لئے کہ تو نے مجھے منصب امامت پر ممتاز فرمایا اور رموز دغوامض کلام ربانی مجھ کو عنایت فرمائے اور ارکان دین کی تعلیم

فرمائی اور مجھ کو گوشِ حق نیوش، دیدہ بینا اور دلِ دانا مرحمت فرمایا۔ پس ہم کو شکر کرنے والوں کی جماعت میں شمار فرما۔ اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنے اصحاب جیسے وفادار کسی کے اصحاب اور عزیز و اقارب سے اچھے کسی کے عزیز و اقارب نہیں دیکھے۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ تم کو اس کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھ کو اس وقت اس جماعت داہل کوفہ و شام، کی طرف سے دوسرے خیال تھے یعنی میں ان سے طریق اطاعت اختیار کر لینے کی امید رکھتا تھا لیکن اب مجھ کو ان کے انداز دگرگوں معلوم ہوتے ہیں اس لئے میں تم سے اپنے تمام عہد و پیمان اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو اپنی اطاعت کے بارے بالکل سبکبار کئے دیتا ہوں اور بکمال رغبت تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ، یہ رات ہے چاروں طرف اطرافِ عالم میں تاریکی چھائی ہے۔ تم لوگ اسے غنیمت جانو اور اپنے ناقے درست کر لو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہلبیت سے ایک ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے لے اور اس اندھیری میں مختلف شہروں اور قصبوں کو چلا جائے کیونکہ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں جب مجھے پالیں گے تو پھر دوسروں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سنتے ہی آپ کے تمام عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کی رگ و پے میں سچے خلوص اور وفاداری کا جوش پیدا ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ عقیدت کی سچی تصویریں، ارادت کی اصلی مورتیں، ایمان کے کامل مجسمے، پختہ اعتقاد کے تیار پیکر، جن کے چھوٹے بڑے ملا کر بہتر سے زیادہ نہ تھے۔ اپنی جاں نثاری اور وفاداری کے حقیقی جوش میں آکر اپنے آپے میں نہ رہے۔ اس قلیل جماعت میں سب سے پہلے آپ کے صاحبزادوں نے اور صاحبزادوں کے بعد بھائیوں نے اور بھائیوں کے بعد بھتیجوں نے اور بھتیجوں کے بعد بھانجوں نے اور بھانجوں کے بعد اور اصحاب نے نہایت خلوص کے لہجوں میں یک زبان ہو کر عرض کیا لَا اَرَانَا اللّٰہُ ذٰلِکَ اَبَدًا۔ خدا ہم کو یہ دن کبھی نہ دکھلائے۔

اس خطبہ میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ ہمارے اصحاب جیسے کسی دوسرے کے اصحاب نہیں

ہیں اور ہمارے اعزہ جیسے اور کسی کے عزیز نہیں ہیں۔ حضرت کا یہ مقولہ کہاں تک صحیح ہے؟ یہ تو واقعات کربلا ہی سے ظاہر ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ان جاں نثاروں نے جیسا شفیق اور مہربان سردار اور آقا خوش قسمتی سے پایا تھا وہ بھی عدیم المثال تھا۔ جیسا آج تک کسی جاں نثار اور مطیع و فرماں بردار کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ امر آپ کے ان احکام سے خود بخود ظاہر ہے کہ باوجودیکہ آپ کو اپنی موت کا ہر صورت سے یقین تھا اور ایسی بیکسی اور بے لبسی کا عالم پیش نظر تھا جو کسی کے کبھی دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہیں آیا تھا۔ مگر تاہم یہ سمجھ کر کہ مخالفوں کو صرف آپ کی ذات سے غرض ہے۔ اس لئے آپ کے اعلیٰ درجہ کے اخلاق جن کی مثال سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں، ہرگز اس امر کے متقاضی نہ تھے کہ آپ کی رفاقت کے جرم میں ان کی جانیں تلف ہوں۔ اس لئے آپ ان کو اور اپنے تمام اہلبیت کو بکمال رغبت ترکِ رفاقت کی اجازت فرما رہے تھے اور اپنی تنہا ذات پر بیکسی و تنہائی کے تمام مصائب گوارا فرمانے کے لئے راضی تھے اوروں کے خون ناحق پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ واقعات کربلا کو معمولی فوج کشی تصور کرنے والے وہم پرست حضرات ذرا آنکھیں کھول کر اس خطبہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ کو غور سے پڑھیں کہ اس کے مضامین معاملاتِ دنیاوی سے امام عالی مقام کی کیسی بے لوثی اور کتنی بے سروکاری ثابت کرتے ہیں۔ کیا کوئی عقل کا اندھا اب بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ ایک ملک گیر جو فوج کشی کے ارادہ سے میدانِ جنگ تک پہنچ گیا ہو اور اس کو یہ امر بھی متیقن ہو چکا ہو کہ صبح و شام میں جنگ کا آغاز ہوا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں وہ اپنے اصحاب و انصار کو جن پر اس کی جمعیت کا دار و مدار ہو اس طرح ترک رفاقت کی صلاح دے گا اور ایسے نازک وقت میں ان کو اپنے پاس سے جدا کرے گا۔ کچھ اسی موقع پر منحصر نہیں ہے۔ شروع سفر سے لیکر اس وقت تک برابر ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے مختلف خطبات سے دکھلاتے آتے ہیں کہ آپ ہرگز ہرگز ایسے ارادہ کے ساتھ مدینہ سے کربلا تک نہیں آئے تھے۔ اتنا لکھ کر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام اور اصحاب کرام نے اپنے

خلوص اور عقیدت کے اظہار میں نہایت جوش سے جواب دیئے ہم ان میں سے چند کامل الایمان بزرگوں کے جوابات ذیل میں لکھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے جو بزرگوار اٹھے **مسلم ابن عوسجہ** تھے۔ وہ امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔

انحن نخلی عنک فیما نعتذر الی اللہ فی اداء حقک لا و اللہ حتی اطعن فی صدورھم برمحی ھذا و اضربھم بسیفی ماثبت قائمہ فی یدی ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ و اللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فیک اما و اللہ لو علمت انی اقتل ثم احیی ثم احرق حیا ثم اذری یفعل ذلک بی سبعین مرۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک فکیف لا افعل ذلک و انما ھی قتلۃ واحدۃ ثم ھی الکرامۃ التی لا انقضاء لہا ابدا۔

اے فرزند رسولؐ کیا میں اپنا ہاتھ آپ کی نصرت و رفاقت سے اٹھالوں پس میں خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ کے آپ کے ادائے حقوق کے ثبوت میں کیا حجت پیش کروں گا۔ خدا کی قسم مجھ سے ایسا نہ ہوگا۔ میں تو آپ کے دشمنوں کے سینوں کو اپنے نیزہ کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑوں گا اور ان کے جسم کو اپنی تلوار کا نیام بناؤں گا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہے گا اور اگر میرے پاس جنگ کے لئے ہتھیار نہ رہیں گے۔ تو ان پر سنگِ باراں کروں گا۔ مگر خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہوں گے تاکہ خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ پر یہ ثابت ہو جائے کہ غیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم ان کے فرزند دلبند کے محافظ رہے اور ہم نے اپنی حفاظت کے فرض کو کما حقہٗ ادا کر دیا۔ قسم خدا کی اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں مارا جاؤں گا پھر جلایا جاؤں اور پھر زندہ جلا دیا اور جلائے جانے کے بعد میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور یہ امر ستر بار کیا جائے گا تو بھی میں آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مارا جاؤں اور یہ تو صرف ایک ہی دفعہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد ہمیشہ

ہمیشہ کی راحت ہے جو کبھی تمام ہونے والی نہیں۔

ان کے بعد زہیر ابن القلیین رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمانے لگے، قسم خدا کی مجھے یہ پسند ہے کہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تاہم مجھ کو اپنے یہ تمام مصائب قبول ہیں اگر اس کے عوض میں آپ سے اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے سر سے آئی ہوئی یہ بلا ٹل جائے، یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان جاں نثاروں کے یہ عقیدے کچھ خالی زبانی ہی نہ تھے۔ان کامل الایمان بزرگوں نے معرکۂ کارزار میں دھوپ، پیاس اور اضطراب کی حالت میں حریف سے مقابلہ کر کے ایک ایک نے دس دس بیس بیس کو مار کر ثابت کر دیا کہ ہم ہیں سچے بہادر اور ہم ہیں اصلی وفادار۔ معرکۂ کارزار گرم ہوتے ہی شوق وفا میں ان کی شجاعت بے مثل و بینظیر ثابت ہوئی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جنگ شروع ہوتے ہی ان میں وہ عجیب جوش پھیل گیا تھا کہ ایک دوسرے پر شہید ہونے کے واسطے گرا پڑتا تھا اور ایک دوسرے کو آگے جاتا دیکھ کر صف سے نکلا پڑتا یہ اس کا ہاتھ تھام کر پیچھے کر دیتا تھا اور وہ اس سے آپ آگے بڑھ جاتا تھا۔ ان سعادتمندوں میں سے محمد ابن البشر الحضرمیؒ کا واقعہ ان کامل الوفا اور راسخ الاعتقاد ہونے کے سبب آج تک یادگار ہے۔

محمدؒ کو عین اس وقت جب کہ جانبین سے صف آرائی ہو کر جنگ آغاز ہوا چاہتی تھی، خبر ملی کہ اس کا بیٹا مملکت رے کی سرحد میں گرفتار ہو گیا ہے اور وہاں کوئی آدمی اس کے قبیلہ کا ایسا نہیں ہے جو اس کی دیت دیکر اس کی مخلصی کی کوئی تدبیر کر سکے۔ اب تاوقتیکہ اس کی دیت ادا نہ کی جائے اس کی رہائی محال ہے۔ ایسی وحشت ناک خبر سن کر کیا کسی کے باپ کا دل آپے میں رہ سکتا ہے اور کیا وہ اس کو رہائی دلائے بغیر مطمئن ہو سکتا ہے مگر محمدؒ کا تحمل و استقلال حقیقت میں اپنی آپ مثال تھا۔ جس کی نظیر سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں۔ محمد ابن البشر الحضرمی رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے پہنچنے پر کوئی

24150

اعتنا نہیں کی اور صاف کہدیا کہ اگر وہ اسیر ہو گیا تو میں بھی اب خود اس کے بعد زندہ نہ رہوں گا جو اس کی ذلت و خواری دیکھوں یا اس کے لئے سلئون کیا جاؤں میں ایسے وقت میں اس کی نصرت کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

یہ ہے سچا اعتقاد اور یہ ہے خالص جاں نثاری۔ اگر محمد اس وقت چلے بھی جاتے تو دنیا میں کوئی شخص ان پر الزام نہ لگا سکتا اور معترض نہ ہو سکتا مگر ان کے متبرک نفس نے خود اپنے بیٹے کی نصرت اور جناب رسولِ خدا کے بیٹے کی نصرت کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس خبر کو اور محمدؒ کے اس جواب کو سنا۔ تو محمدؒ کو پاس بلا کر خود فرمایا۔ رحمک اللہ انت فی حل من بیعتی فاعمل من فکاک ابنک فقال اکلتنی اسباع حیا ان فارقتک قال فاعط ابنک ھذہ الاثواب البرد یستعین بھا فی فداء اخیہ فاعطاہ خمسہ اثواب قیمتھا الف دینار۔

خدائے سبحانہ وتعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے، میں نے اپنی اطاعت کا بار تم سے اٹھا لیا اور تم کو اختیار دیا کہ تم جاکر اپنے بیٹے کو قید سے رہائی دلواؤ۔ محمدؒ نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر میں آپ کو چھوڑ دوں تو جانوران درندہ مجھے پھاڑ ڈالیں تب جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بُرد اپنے دوسرے بیٹے کو دلوا دو اور اس سے کہدو کہ وہ اپنے بھائی کا فدیہ دیکر اس کو چھڑا لائے۔ غرض پانچ عدد بُرد اس کے بھائی کو دلوا دیں جن کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی۔

ان جاں نثاروں کے حالات میں سے ہم نے صرف انہی دو بزرگواروں کے خلوص وعقیدت کا ذکر لکھا ہے۔ جس سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ ان کی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کا وہ کلام جو ابھی ابھی آپ کے خط میں لکھا جا چکا ہے کتنا صحیح اور واقعی ہے۔

یہ تو اصحاب جاں نثار کے حالات تھے، اب اعزہ واقارب کے خلوص کا نمونہ

دیکھئے، ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کے ہمراہ حضرت عباس علیہ السلام کے ماموں نے اپنے غلام عرفان کو بھیجا تھا۔ اس غرض سے کہ وہ ابن زیاد کا خطِ امان دکھا کر حضرت امُّ البنین کے چاروں صاحبزادوں کو میدانِ جنگ سے واپس بلا لے اور حضرت عباسؑ کو اپنے خاص خط میں لکھ بھیجا تھا کہ زمانہ پر آشوب ہو رہا ہے۔ حفاظت جان واہل و عیال ضرور ہے۔ مناسب ہے کہ تم اس وقت اپنے بھائی کی نصرت سے کنارہ کش ہو جاؤ اور پھر کسی وقت آگے چل کر اس کی تلافی کر لینا۔ تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لئے خط امان بھیجا جاتا ہے جو ایسے نازک وقت میں تمہارے لئے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ پس تم ابن زیاد کے فرمان اور میرے خط کی تعمیل میں تعجیل کرو۔

آٹھویں کا دن تمام ہو کر نویں تاریخ کی شب کو عرفان نے وہ خط بجنسہ حضرت عباس علیہ السلام کو دیا اور آپ نے پڑھ کر فوراً وہ خط زمین پر پھینک دیا۔ اور عرفان سے کہہ دیا کہ تو جا کر ہمارے ماموں سے کہہ دے تمہارے بھانجے ایسے نہیں ہیں جو فرزند رسولؐ کو چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت کریں، ہم کو اس کی امان کی کوئی قدر نہیں ہے، ہمارے لئے خدائے قادر و توانا کی امان کافی ہے، جو کچھ ہمارے لئے اس کی مشیت میں مقدر ہو چکا ہے، وہی ہر حال میں بہتر اور مناسب ہے۔

عرفان تو یہ جواب سن کر شمر سے سارا ماجرا دہراتا ہوا اسی وقت کربلا سے کوفہ کو واپس ہوا۔ شمر ذی الجوشن بھی قبیلۂ کلب سے تھا اور بنی کلب قبیلۂ خضر بیہ کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے شمر ذی الجوشن کو بھی حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر سے ایک گونہ قرابت کا دعویٰ ضرور تھا۔ عرفان سے حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر سنکر اس نے ظاہری طور پر تو اپنی قرابت کے حقوق کا اظہار کرنا چاہا۔ مگر باطن میں اس کی ان کوششوں سے حضرت عباس علیہ السلام کا جدا کر لینا منظور تھا

اس لئے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت اور دلیری اس وقت زبان زد خاص و عام ہو رہی تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی قوت توڑنے کے لئے اس نے اس امر میں پہلے ہی کوشش کی۔ وہ کچھ رات گئے اپنے لشکر سے خیام امام علیہ السلام کی طرف آیا اور قریب پہنچ کر باواز بلند پکارنے لگا۔ اَیْنَ بنو اختی عبد اللہ و جعفر و عباس و عثمان۔ کہاں ہیں میری بہن کے لڑکے عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان۔ مجھ کو ان سے کچھ کہنا ہے۔ اتفاق سے جناب امام حسین علیہ السلام نے خود اس کی آواز کو سنا اور فوراً حضرت عباس علیہ السلام کو بلا کر ارشاد کیا کہ اگرچہ شمر فاسق ترین مردم ہے مگر چونکہ قرابت میں وہ تمہارا ماموں ہے تو مناسب ہے کہ تم اس کے سوال کا جواب دو، امام عالیؑ مقام کا حکم پا کر وہ چاروں بھائی خیمہ سے نکل کر وہاں پہنچے جہاں شمر علیہ اللعنۃ والعذاب ان کے انتظار میں کھڑا تھا۔ حضرت عباسؑ نے پوچھا کہ تو نے ہم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟ اس نے کہا کہ سنو، تم سب میری بہن کے لڑکے ہو، تمہارے لئے پورے طور سے حکم اماں ہے۔ پس تم علیحدہ ہو جاؤ اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک جنگ نہ ہو اور بیکار اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور یزید کی بیعت و اطاعت اختیار نہ کرو۔ اتنا سننا تھا کہ وہ چاروں وفادار اپنے آپے میں نہ رہے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے خشم آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تبّت یداک ولعن ماجئت بہ من امانک یا عدو اللہ اتامرنا ان نترک اخانا وسیدنا الحسینؑ ابن فاطمۃ علیہما السلام وندخل فی طاعۃ اللعناء واولاد اللعناء اتؤمننا وابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لا امان لہٗ۔ تیرے ہاتھ کاٹے جائیں اور تیری اس امان پر جو اپنے ہمراہ لایا ہے دونوں پر لعنت ہو، اے دشمن خدا تو ہم سے کہتا ہے کہ ہم اپنے آقا اور بھائی حسین ابن فاطمہ علیہما السلام کی رفاقت سے ہاتھ اٹھائیں اور اپنا سر ایک فاسق اور فاجر

کی اطاعت میں جھکائیں۔ تو ہم لوگوں کو امان دیتا ہے اور فرزندِ رسول علیہما السلام کے لئے امان نہیں ہے۔ اتنا سننا تھا کہ شمر کے حواس باختہ ہو گئے اور وہاں سے چلتا ہوا اور اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ (اعثم کوفی صفحہ ۳۳۸ و ناسخ التواریخ صفحہ ۲۴۱)

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ارشاد کا کلمۂ تبت یدا سے آغاز کیا ہے۔ اس سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ شمر کی قرابت کو اس وقت اپنے ساتھ ایسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابولہب کی قرابت تھی۔ اسی بنا پر آپ نے شمر کو انہی الفاظ سے خطاب فرمایا جن الفاظ سے ابولہب کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے مظالم اور گمراہی کی پاداش میں متنبہہ فرمایا ہے۔ طبری، روضۃ الصفا اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ قصہ بتفصیل درج ہے۔ امام طبری اور امام اسفرائنی وغیرہ نے عرفان کے واقعہ کو نہیں لکھا ہے، صرف شمر کی گفتگو لکھی ہے،

ابو حمزہ ثمالی جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ قال علیہ السلام لما کان الیوم الذی استشہد فیہ ابی اجمع اہلہ و اصحابہ فی لیلۃ ذلک الیوم فقال لھم یا اہلی وشیعتی اتخذوا ھذا اللیل جمالکم فانجوا بانفسکم فلیس مطلوب غیری ولو قتلونی ما فکروا فی غیری فانجلی وحکم اللہ فانّھم فی حلّ وسعۃ من بیعتی وعہد الذی عاھدتمونی۔

سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شبِ عاشورا جس کی صبح کو میرے والد ماجد جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ انہوں نے تمام اہلبیت و جمیع انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی سواری کے ناقے تیار کر لو اور اس تہلکہ سے اپنی جانیں بچا لو۔ کیونکہ اس قوم شقاوت پیشہ کو سوائے میرے اور کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے جب یہ مجھ کو قتل کر لیں گے تو تمہارا خیال تک نہ کریں گے۔ پس تم لوگ اپنی اپنی راہیں اختیار کر لو اور میں اپنی بیعت کا بار تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں اور تمہارے اس

عہد و پیمان کو جو تم نے نہایت مضبوطی سے میرے ساتھ کیا ہے واپس لیتا ہوں۔

امام عالیمقام کا یہ کلام سنکر تمام جان نثاروں نے ایک زبان ہو کر یہی عرض کیا کہ اے سید و مولا ہمارے قسم خدا کی ہم کبھی آپ کے دامن نہ چھوڑینگے اور دوسروں کو یہ کہنے کا موقع نہ دینگے کہ ان لوگوں نے اپنے امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ان افعال کے لئے خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے اور اس کے سامنے کیا منہ دکھلائینگے قسم خدا کی آج ہم سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم سب آپ کی رفاقت میں اپنی جان دے دیں۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم مارے جائیں گے اور تم سب بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ یہ سن کر ان سعادتمندوں نے جواب دیا کہ خدائے سُبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ ہم سب کو آپ کی نصرت و حمایت کے صلے میں شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمائے گا اور اے ہمارے آقا! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اتنی بڑی سعادت کے حصول پر دلشاد اور مطمئن نہ ہوں۔ خالص جاں نثاروں کی یہ پر جوش تقریر سنکر امام عالی مقام نے بیساختہ فرمایا کہ جزاکم اللہ خیرا و دعا لھم بخیر۔

(نوٹ) اس جذبۂ جاں فروشی کا مظاہرہ دیکھنے کے بعد تحقیقات چشتی اور تاریخ بی بیاں پاکدامناں کا یہ بیان کہ "حضرت علیؑ و جناب عقیلؑ کی صاحبزادیاں سات سو چار افراد کی معیت میں بحکم امام حسینؑ میدان کربلا سے ہجرت کر کے لاہور آگئیں" سراسر ایک جھوٹ اور بہت بڑا بہتان نظر آتا ہے۔ حقیقت میں امام موصوف کے اہل بیت پر راہِ فرار کا لیبل چسپاں کرنے والے محبان حسینؑ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

زندگانی امام زین العابدین مصنف عمادزادہ! تہران ایران صـ ۲۰۴

اہل بیت چند روز رخصت گرفتند در شام عزاداری کردہ و در خلال اباس عزا و مراثی باز۔

حقائق را آشکار انمودند و بیدادگری ظالم ستمگاران را بر ہر کس دو شش نمودند و چوں ایں ایام سوگواری تمام شد و بعد از انقلاب پاشیده گردید بر آں شدند کہ بسوئے مدینہ حرکت نمائیند۔ یزید نعمان بن بشیر را مامور کرد کہ ایں قافلہ را بمدینہ برساند و محمل سواری دختران اسباب سفر را حاضر کرد و از یں جا دیگر صورت مسافرت دقیاہہ قافلہ عوض شد، بصورت آبرومندی، در آمد چون اطفال یتیم و اسرار حسین آں منظرہ را دید یکمرتبہ بیاد قافلہ پدر افتادند کہ بکربلا میرفتند و غوغائی عجیبی بر پا شد و اشعار و مرائی بسیاری سروردہ شد تا ہر یک در یک محلی باعزت تمام جا گرفتند و بطرف مدینہ رہسپار شدند؛

تاریخ اسلام جلد سوئم ص ۵۴۱ مصنف عبدالرحمن شوق

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے قریب میدان کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا سر مبارک دمشق میں دفن ہوا لیکن کچھ عرصہ جہاں آپ شہید ہوئے تھے یعنی میدانِ کربلا میں آپ کا روضہ بنایا گیا جو مشہد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت زینبؑ و زین العابدین و دیگر خاندان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا ہو کر مدینہ شریف میں آگیا اور اسی جگہ ان صابر و مظلوم پاکیزہ ہستیوں نے عالمِ جاودانی کو لبیک کہا؛

تاریخ ابن خلدون، حصہ دوم مصنف علامہ عبدالرحمن ابن خلدون
ص ۔ ۱۲۱

یزید کی زُودِ پشیمانی

مصنف عقد الفرید نے لکھا ہے کہ جس وقت قیدیانِ اہل بیت یزید کے روبرو پیش کئے گئے نعمان بن بشیر انصاری نے کہا تھا ذرا سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ

کرتے تھے، اگر وہ اس حالت میں ان کو دیکھتے تو کیا کرتے ؟ یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو ان لوگوں کو آزاد کر کے رہنے کے لئے خیمہ ایستادہ کر دیئے گئے، کھانا حسب ضرورت مہیا کر دیا گیا،

اہلبیت کی مدینہ روانگی

پھر جس وقت اہل بیت امام مدینہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم سے ایک نہایت متدین باایمان شخص کو مع چند سواروں کے ہمراہ کر دیا اور باربرداری و اسباب جس قدر لوٹ لیا گیا تھا اس سے دوگنا دے کر رخصت کیا۔ روانگی کے وقت یزید نے علیؓ بن حسینؓ کو رخصت کرنے کی غرض سے بلا کر کہا " ابن مرجانہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، واللہ اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو جو درخواست حسینؓ پیش کرتے میں قبول کرتا اور ان کی مصیبت و تنگی کو جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا دفع کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ ہوا۔ اے صاحبزادے جو تم کو آئندہ ضرورتیں پیش آئیں مجھے لکھنا" پھر محافظین کی طرف متوجہ ہو کر بولا " دیکھو ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ غرض یزید سے امام زین العابدین رخصت ہو کر مع اپنے اہل بیت کے منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے، محافظین اس وجہ سے نہیں کہ یزید کا حکم تھا بلکہ بخیال قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عزت و احترام و آرام سے لائے کسی قسم کی تکلیف اثنار راہ میں نہ ہونے پائی ۔ جہاں پر قیام پذیر ہوتے تھے چوکیداروں کی طرح سے محافظت و نگہبانی کرتے تھے۔

رباب بنت امرا القیس زوجہ امام حسین (مادر سکینہ) مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ کربلا اور وہاں سے قید کر کے شام بھیجی گئیں پھر امام زین العابدین کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس آئیں اور ایک برس بعد واقعہ کربلا کے انتقال کیا۔

تاریخ طبری، مصنف علامہ طبری ۔ ترجمہ سید حیدر علی طباطبائی
امیر معاویہؓ سے شہادت حسینؓ تک ۔ صـ ۲۱۳

حضرت عبداللہ بن جعفر کا صبر و ایثار

عبداللہ بن جعفر کو حسینؓ کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر جب پہنچی تو ان کے بعض خدام اور سب لوگ پرسہ دینے کو ان کے پاس آئے۔ خدام میں ایک غلام آزاد ان کا شاید ابوالسلاس کہنے لگا۔ یہ مصیبت ہم پر حسینؓ نے ڈالی، عبداللہ بن جعفر نے یہ سنکر اسے جوتا کھینچ کر مارا اور کہا اولپسر مختار حسینؓ کی نسبت ایسا کلمہ کہتا ہے۔ واللہ اگر میں خود وہاں ہوتا تو ہرگز ان سے جدا نہ ہوتا اور یہی چاہتا کہ ان کے ساتھ میں بھی قتل ہو جاؤں۔ واللہ وہ ایسے ہیں کہ ان دونوں فرزندوں کے عوض اپنی جان ان پر فدا کرتا۔ ان دونوں فرزندوں کی مصیبت کو میں مصیبت نہیں سمجھتا۔ انہوں نے میرے بھائی میرے عم کے ساتھ ان کی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان دی ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا شکر ہے خداوند عالم کا جس نے قتل حسینؓ کے غم میں ہم کو مبتلا کیا کہ حسینؓ کی نصرت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی تو میرے فرزندوں سے تو ہوئی

امّ لقمان بنت عقیل کا نوحہ

جب اہل مدینہ کو قتل حسینؓ کی خبر پہنچی تو ام لقمان بنت عقیل ابن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کو ساتھ لئے ہوئے نکلیں، منہ ان کا کھلا ہوا تھا۔ چادر کو سنبھالتی جاتی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں ؎

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ۔۔۔ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی واهلی بعد مفتقدی ۔۔۔ منهم اسارىٰ ومنهم ضرجوا بدم

لوگو کیا جواب دوگے پیغمبر کو جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے پیغمبر آخر الزمان کی امت ہو کر میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ اسیر ہیں اور کچھ خاک و خون،

ذبح عظیم حصہ (۲۵۹)

(مولفہ خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی)

" کربلا میں سیدہ رقیہ کبریٰ بنت حضرت علی المرتضیٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیل کا جذبہ حریت
ان کے بعد ایک ایسے سعادتمند نے اجازت حرب حاصل کی جس کا باپ ابھی ابھی اہل کوفہ کے ہاتھوں شہید ہو چکا تھا۔ اس کی خوش عقیدہ ماں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا۔ اُخرُج یابُنَیّ وقاتل بین یدی ابن رسول اللہ علیہ السلام۔ اے میرے فرزند انکل کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کے سامنے قتل ہو جا۔ وہ مطیع اور بہادر جوان امام عالی مقامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عازم جنگ ہوا۔ تو جناب امام حسینؑ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا ھٰذا شابٌ قتل ابوہُ ولعلّ اُمّہ تُکرہ خروجہ یہ ابھی جوان ہے اور ابھی ابھی اس کا باپ مارا گیا ہے شاید اس کی وجہ سے اس کی ماں کو اس کا روانہ ہونا گوارا نہ ہو۔ اس کامل الولا نے جواب دیا۔ یاابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میری ماں ہی نے یہ تلوار اپنے ہاتھ سے میری کمر میں باندھی ہے کہ میں آپ کی نصرت کے فرائض ادا کروں یہ سنکر جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رخصت کیا اور وہ صف جنگاہ میں آ کر یوں رجز خواں ہوا ؎

امیری حسین ونعم الامیر | سرور فواد البشیر النذیر
لہ طلعۃ مثل شمس الضحیٰ | لہ غرۃ مثل بدر منیر

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے بیش بہا اور قابل قدر جوہر دکھلا کر شہید ہو گئے۔ ان بے دینوں نے ان کے سر کو بھی حضرت عبداللہ ابن وہب کلبی کے سر کی طرح لشکر جناب امام حسینؑ میں پھینک دیا۔ اس کی غم رسیدہ ماں نے اس کا سر اپنی گود میں اٹھا لیا اور پے در پے اس کے بوسے لئے اور کہنے لگی۔ اے میرے بیٹے! اے میرے دل کے سرور! اے میری آنکھوں کے نور۔ پھر اس کو سپاہ دشمن کی طرف پھینکدیا اور اپنے

قلق و اضطراب کی حالت میں فوجِ مخالف پر دوڑ پڑی اور یوں رجز خواں ہوئی

انا عجوز سیدی ضعیفۃ خالیۃ بالیۃ نحیفۃ۔

اضربکم بضربۃ عنیفۃ دون بنی فاطمۃ الشریفۃ

فوج کفار سے دو بے دینوں کو مار گرایا۔ جناب امام حسین علیہ السلام کو خبر ہوئی تو اس کو فوراً واپس بلا لیا۔

تاریخ طبری حصہ سوم

مولفہ علامہ طبری ، ترجمہ سید حیدر علی طباطبائی

ص - ۴۸۴ تا ۵۰۴

نسب و خاندان آپ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب تھا آپ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف تھا اور عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے تھے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو اسد بن ہاشم ابن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔

ازواج و اولاد (۱) سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی فرمائی اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی حضرت علیؓ کے یہاں حضرت فاطمہؓ سے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور ایک لڑکا جن کا نام محسن تھا پیدا ہوئے، محسن کم عمری میں انتقال کر گئے، دو صاحبزادیاں یعنی زینب الکبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۲۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے بعد ام البنین بنت حزام سے شادی فرمائی ام البنین ابو المحل بن خالد بن ربیعہ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب کی بیٹی تھیں ان سے حضرت علیؓ کے یہاں عباس، جعفر، عبد اللہ اور عثمان پیدا ہوئے، عباس کے علاوہ بقیہ تینوں لڑکے حضرت حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید کئے گئے۔

۳:۔ ایک شادی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی ابن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ ابن تمیم سے کی، ان سے عبید اللہ اور

ابوبکر پیدا ہوئے ہشام بن محمد کا قول ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت حُسینؓ کے ساتھ طف میں مارے گئے، محمد بن عمر کا کہنا ہے کہ عبیداللہ بن علیؓ کو مختار ابن ابی عبید نے مذار میں قتل کیا تھا اور محمد بن عمر یہ بھی کہتا ہے کہ عبیداللہ اور ابوبکر سے حضرت علیؓ کے کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

۴:۔ ایک شادی اسماء بنت عمیس سے فرمائی۔ بقول ہشام ابن محمد ان سے یحییٰ اور محمد الاصغر پیدا ہوئے لیکن ان دونوں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے یہاں اسماء سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے اور محمد الاصغر بعض مؤرخین کے نزدیک ایک امّ ولد سے پیدا ہوئے تھے یہی واقدی کا قول ہے۔ نیز واقدی کہتا ہے کہ محمد الاصغر حضرت حسینؓ کے ساتھ قتل کئے گئے۔

۵:۔ ایک زوجہ صہبا تھیں جن کی کنیت ام حبیب تھی، یہ ام حبیب ربیعۃ ابن بجیر ابن العبد بن علقمہ بن الحارث بن عتبہ ابن سعد بن زہیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم ابن تغلب ابن وائل کی لڑکی تھیں، یہ حضرت علیؓ کی باندی تھیں (ام ولد)، یہ ان قیدیوں میں سے تھیں کہ جب حضرت خالد بن الولید نے عین التمر پر حملہ کیا اور بنو تغلب کو شکست دے کر انہیں قیدی بنایا۔ ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں، ان (عمر بن علیؓ) کی عمر پچاسی سال ہوئی اور حضرت علیؓ کی آدھی میراث انہوں نے حاصل کی، ینبع میں ان کا انتقال ہوا۔

۶:۔ آپؓ کی ایک زوجہ امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس ابن عبد مناف تھیں، ان کی والدہ حضرت زینبؓ تھیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ان سے آپ کے یہاں محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

۷:۔ خولہ بنت جعفر ابن قیس ابن سلمہ بن عبید ابن ثعلبۃ ابن یربوع ابن ثعلبۃ بن الدول بن حنیفہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ ان سے محمد الاکبر پیدا ہوئے جنہیں محمد بن الحنفیہ کہا جاتا ہے، انہوں نے طائف میں انتقال کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے

نماز جنازہ پڑھائی ۔

۸؛ ایک زوجہ ام سعید بنت عروۃ ابن مسعود ابن معتب بن مالک الثقفی تھیں ان سے ام الحسن اور رملۃ الکبرای پیدا ہوئیں ۔

آپ کے اور بھی لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں جن کی ماؤں کے نام نہیں معلوم نہیں ہوسکے، ان کے نام یہ ہیں، ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، ام کلثوم الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ اور نفیسہ یہ لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں

۹؛ ایک زوجہ محیات بنت امرئ القیس ابن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم تھیں جو بنی کلب سے تھیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں مرگئی، واقدی کہتا ہے کہ جب وہ بچی تھی تو مسجد جایا کرتی تھی ۔ لوگ اُسے چھیڑنے کے لئے پوچھتے تیرے ماموں کون ہیں تو وہ جواب دیتی کہ وہ ہیں وہ ہیں یعنی کلب (اور کلب کتے کو کہتے ہیں اور ایک خاندان کا نام بھی ہے ۔

حضرت علیؑ کی پشت سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں ۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی پانچ لڑکوں سے اولاد چلی، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، محمد الحنفیہ، عباس بن الکلابیہ اور عمر بن التغلبیہ،

مناقب آل ابی طالبؑ

مولفہ ابی جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب

ج ۳، ص ۳۰۴ تا ۳۰۵

قد تختمت فی یدی جمیعاً — فی یمینی و آخر فی شمالی

فی یمینی عقد الولا لعلی — و شمالی ردا علی الانذال

فصل : فی ازواجه و اولاده و اقربائه و خدامه

ابوه ابوطالب بن عبد المطلب بن هاشم . وامه فاطمة بنت اسد بن هاشم واخوته : طالب وعقیل وجعفر، وعلی اصغرهم ؛ وکل واحد منهم اکبر

من اخيه بعشر سنين بهذا الترتيب ، واسلموا كلهم ، واعقبوا الا طالب فانه اسلم ولم يعقب اخته ام هانى واسمها فاختة وجمانه . وخاله حنين بن اسد بن هاشم . وخالته خالدة بنت اسد ؛ وربيبه محمد بن ابى بكر . وابن اخته جعدة بن هبيرة .

قال الشيخ المفيد فى الارشاد : اولاده خمسة و عشرون ، و ربما يزيدون على ذلك الى خمسة و ثلاثين . ذكره النسابة العمرى فى الشافى ، و صاحب الانوار : البنون خمسة عشر ، والبنات ثمانية عشر فولد من فاطمة عليها السلام : الحسن والحسين و المحسن سقط ، وزينب الكبرى ، وام كلثوم الكبرى تزوجها عمر ، وذكر ابو محمد النوبختى فى كتاب الامامة ان ام كلثوم كانت صغيرة ومات عمر قبل ان يدخل بها ، وانه خلف على ام كلثوم بعد عمر عون بن جعفر ثم محمد بن جعفر ثم عبدالله بن جعفر .

- ومن خولة بنت جعفر بن قيس الحنفية محمداً .
- ومن ام البنين ابنة حزام بن الخالد الكلابية : عبدالله ، وجعفر الاكبر ، والعباس ، وعثمان .
- ومن ام حبيب بنت ربيعة التغلبية : عمر ، ورقية ، توءمان فى بطن .
- ومن اسماء بنت عميس الخثعمية يحيى ، و محمد الاصغر وقيل : بل ولدت له عونا ومحمد الاصغر من ام ولد .
- و من ام سعيد بنت عروة بن مسعود الثقفيه نفيسة ، و زينب الصغرى ، ورقية الصغرى .
- ومن ام شعيب المخزومية : ام الحسن ، ورملة .
- ومن الهلاء بنت مسروق النهشلية : ابوبكر ، وعبدالله .

- ومن امامة بنت ابي العاص بن الربيع وامها زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم محتد الاوسط
- ومن محياة بنت امرئ القيس الكلبيه جاريه هلكت وهي صغيرة:

وكان له خديجة، وامهاني، وتميمة، وميمونة، وفاطمة، لأمهات اولاد، وتوفي قبله يحيى، وام كلثوم الصغرى، وزينب الصغرى ام الكرام، وجمانة وكنيتها ام جعفر، وامامة، وام سلمة، ورملة الصغرى وتزوج ثماني بنات، زينب الكبرى من عبد الله بن جعفر، وميمونة من عقيل بن عبد الله بن عقيل، وام كلثوم الصغرى من كثير بن عباس بن عبد المطلب، ورملة من ابي الهياج عبد الله بن ابي سفيان بن الحارث بن عبد المطلب، ورملة من الصلت بن عبد الله بن نوفل بن الحارث وفاطمة من محمد بن عقيل:

وفي الاحكام الشرعية عن الخزاز القمي انه نظر النبي صلى الله عليه وسلم الى اولاد علي وجعفر فقال: بناتنا لبنينا وبنونا لبناتنا

واعقب له من خمسة؛ الحسن والحسين ومحمد بن الحنفية والعباس الاكبر وعمر وكان النبي صلى الله عليه وسلم لم يتمتع بحرة وامة في حياة خديجة وكذلك علي مع فاطمة وفي قوت القلوب: انه تزوج بعد وفاتها بتسع ليال. وانه تزوج بعشر نسوة

وتوفي عن اربعة: أمامة وأمها زينب بنت النبي. واسماء بنت عميس وليلى التميمية وام البنين الكلابية، ولم يتزوجن بعده

وخطب المغيرة بن نوفل أمامة ثم ابو الهياج بن ابي سفيان بن حارث فروت عن علي رضي الله عنه انه لا يجوز لازواج النبي والوصي ان يتزوجن

تاریخ طبریؒ — مصنف علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
جلد نمبر ۵ — ص ۱۵۴ تا ۱۵۵

ذکر الخبر عن أزواجه وأولاده علیؓ

فأول زوجة تزوجها فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم يتزوج عليها حتى توفيت عنده، وكان لها منه من الولد الحسن والحسين ويذكر أنه كان لها منه ابن آخر يسمى محسناً توفي صغيراً وزينب الكبرى، وأم كلثوم الكبرى۔

ثم تزوج بعد أم البنين بنت حزام - وهو أبو المجل بن خالد بن ربيعة ابن الوحيد بن كعب بن عامر بن كلاب فولدت لها منه العباس، وجعفر، وعبد الله، وعثمان، قتلوا مع الحسينؑ بكربلاء، ولا بقية لهم غير العباس.

وتزوج ليلى ابنة مسعود بن خالد بن مالك بن ربعي بن سلمى بن جندل ابن نهشل بن دارم بن مالك بن حنظلة بن مالك بن زيد مناة بن تميم، فولدت له عبيد الله وأبا بكر، فزعم هشام بن محمد أنهما قتلا مع الحسين بالطف، وأما محمد بن عمر فإنه زعم أن عبيد الله بن علي قتله المختار بن أبي عبيد بالمذار، وزعم أنه لا بقية لعبيد الله ولا لأبي بكر ابني علي عليه السلام.

وتزوج أسماء ابنة عميس الخثعمية، فولدت له فيما حدثت عن هشام بن محمد - يحيى ومحمداً الاصغر، وقال: لا عقب لهما.

وأما الواقدي فإنه قال فيما حدثني الحارث، قال: حدثنا ابن سعد، قال: أخبرنا الواقدي أن أسماء ولدت لعلي يحيى وعونا ابني علي ويقول بعضهم: محمد الأصغر لأم ولد، وكذلك قال الواقدي في ذلك؛ وقال: قتل محمد

الاصغر مع الحسين .

وله من الصهباء – وهى أم حبيب بنت ربيعة بن بجير بن العبد بن علقمة ابن الحارث بن عتبة بن سعد بن زهير بن جشم بن بكر بن حبيب بن عمرو ابن غنم بن تغلب بن وائل ، وهى أم ولد من السبى الذين أصابهم خالد ابن الوليد حين أغار على عين التمر على بنى تغلب بها – عمر بن على ، ورقية ابنة على ، فعمر عمر بن على حتى بلغ خمسًا وثمانين سنة ، فحاز نصف ميراث على عليه السلام ، ومات بينبع

وتزوج أمامة بنت أبى العاصى بن الربيع بن عبد العزى بن عبد شمس ابن عبد مناف ، وأمها زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فولدت له محمداً الأوسط .

وله محمد بن على الأكبر ، الذى يقال له : محمد بن الحنفية ، أمه خولة ابنة جعفر بن قيس بن مسلمة بن عبيد بن ثعلبة بن يربوع بن ثعلبة بن الدول ابن حنيفة بن لجيم بن صعب بن على بن بكر بن وائل ، توفى بالطائف فصلى عليه ابن عباس .

وتزوج أم سعيد بنت عروة بن مسعود بن معتب بن مالك الثقفى . فولدت له أم الحسن ورملة الكبرى

وكان له بنات من أمهات شتى لم يسم لنا أسماء أمهاتهن : منهن أم هانىء ، وميمونة ، وزينب الصغرى ، ورملة الصغرى ، وأم كلثوم الصغرى وفاطمة ، وأمامة ، وخديجة . وأم الكرام ، وأم سلمة وأم جعفر ، وجمانة ، ونفيسة بنات على عليه السلام ؛ أمهاتهن أمهات أولاد شتى .

وتزوج محياة ابنة امرئ القيس بن عدى بن أوس بن جابر بن كعب ابن عليم من كلب ، فولدت له جارية ، هلكت وهى صغيرة . قال الواقدى : كانت تخرج إلى المسجد وهى جارية فيقال لها : من أخوالك ؟ فتقول وه ، وه – تعنى كلبًا

فجميع ولد علیؓ لصلبه أربعة عشر ذكراً، وسبع عشرة امرأة

حدثني الحارث، قال: حدثنا ابن سعد عن الواقدیؒ قال: كان النسل من ولد علیؓ لخمسة: الحسن، والحسين، ومحمد بن الحنفية، والعباس بن الكلابيّة، وعمر بن التغلبيّة۔

معنف علامہ عبدالرحمن ابن خلدون

تاریخ ابن خلدون

حصہ اول صہ ۵۵۱ تا ۵۵۲

ازواج واولاد

سب سے پہلے جس سے آپ نے نکاح کیا وہ فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کے بطن سے چار اولادیں ہوئیں، ۲ دو لڑکے حسنؓ و حسینؓ اور دو لڑکیاں زینبؓ الکبریٰ اور ام کلثوم، فاطمہ زہراؓ کی وفات کے بعد ام البنین بنتِ حزام کلابیہ سے عقد کیا جس سے چار لڑکے عباس جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے جو معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے، تیسری بیوی آپ کی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلیہ تمیمیہ تھیں دو لڑکے عبیداللہ اور ابوبکر ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، انہوں نے بھی معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شربتِ شہادت نوش کیا، چوتھی شادی آپ نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے کی جس سے محمد الاصغر اور یحییٰ وجود میں آئے اور معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ انہی کے بطن سے آپ کے لڑکے عون بھی پیدا ہوئے، واللہ اعلم، پانچواں عقد اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس سے کیا ان کی ماں زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں، ان سے محمد الاوسط پیدا ہوئے اور محمد الاکبر بن علی جن کو ابن الحنفیہ کہتے ہیں، ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر یہ قبیلہ حنیفہ سے تھیں اور صہبا بنتِ ربیعہ تغلبیہ سے حضرت علیؓ کے فرزند عمر اور دختر رقیہ پیدا ہوئیں، آپ کی آٹھویں بیوی کا نام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ ہے جس

سے ام الحسن، رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم صغرا پیدا ہوئیں۔ نواں عقد آپ کا مخبئۃ بنت امراء القیس بن عدی کلبیہ سے ہوا۔ ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا لڑکپن میں انتقال ہوگیا تھا۔ علاوہ ان لڑکیوں کے اور بھی لڑکیاں تھیں، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا۔ غرض آپ کے کل چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں، لیکن نسلی سلسلہ صرف حسن، حسین، محمد بن الحنیفہ، عباس بن کلابیہ اور عمر بن التغلبیہ سے چلا، باقی کے اعقاب باقی نہ رہے یعنی ان سے سلسلہ نسل نہیں چلا۔

الکامل التاریخ

مصنف۔ ابن الاثیر

جلد نمبر ۳ ص ۳۹۷ تا ۳۹۸

وَ اَمَّا ازواجہ فاوّل زوجۃ تزوّجہا فاطمۃ بنتِ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، لم یتزوّج علیہا حتی توفّیت عندہ، وکان لہ منہا الحسن والحسین وَقد ذُکر اَنّہ کانَ لَہُ منہا ابنٌ آخر یقال لہ محسّن وانّہ توفی صغیرًا وزینب الکبریٰ، وام کلثوم الکبریٰ ثم تزوّج بعدہا امّ البنین بنت حزام الکلابیّۃ، فولدت لَہُ العباس وجعفرًا وعبداللّٰہ وعثمان قُتِلوا مع الحسین بالطفّ ولا بقیۃ لھم غیر العباس: وتزوج لیلی بنت مسعود بن خالد النہشلیّۃ التمیمیۃ۔ فولدت لہ عُبیداللّٰہ وأبابکر، قُتِلا مع الحسین وقیل اِن عُبیداللّٰہ قتلہ المختار بالمذار، وقیل لا بقیۃ لھما۔ وتزوج أسماء بنت عُمیس الخثعمیۃ، فولدت لہ محمّدًا الاصغر وَ یحییٰ ولا عقب لھما۔ وقیل اِن محمّدًا لِاُمّ ولد وقتل مع الحسین، وقیل اِنہا ولدت لہ عونًا ولہ من الصہباء بنت ربیعۃ التغلبیۃ۔ وھی من السبی الذین أغار علیھم خالدبن الولید بعین التمر، وولدت لہ عمر بن علی، ورقیۃ بنت علی فعمّر عمر حتّی بلغ خمسًا وثمانین سنۃ، فحاز نصف میراث علی، ومات بینبع، وتزوج علی امامۃ

بنت ابی العاص بن الربیع بن عبد العزّی بن عبد شمس وامها زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فولدت لہ محمد الاوسط، ولہ محمد ابن علی الاکبر الذی یقال لہ ابن الحنفیہ امّہ خولہ بنت جعفر من بنی حنیفہ، وتزوج علی ایضاً ام سعید ابنۃ عروہ بن مسعود الثقفیہ فولدت لہ ام الحسن ورملۃ الکبری وام کلثوم، وکان لہ بنات من امہات شتی لم یذکرن لنا، منھن ام ہانی، ومیمونہ وزینب الصغری، ورملۃ الصغری وام کلثوم الصغری، وفاطمہ، وامامہ، وخدیجہ وام الکرام، وام سلمۃ، وام جعفر، وجمانہ، ونفیسہ، کلھن من امہات اولاد وتزوج ایضاً مخباۃ بنت امرئ القیس بن عدی الکلبیہ، فولدت لہ جاریہ ھلکت صغیرۃ کانت تخرج الی المسجد فیقال لھا: من اخوالک؟ فتقول وہ وہ تعنی کلبا۔

فجمیع ولدہ اربعۃ عشر ذکرا، وسبع عشرۃ امرأۃ، وکان النسل منھم للحسن والحسین ومحمد بن الحنفیۃ والعباس بن الکلابیۃ وعمر بن التغلبیۃ

تاریخ کامل

مصنف علامہ ابن الاثیر

جلد سوم ص ۳۸۲ تا ۳۸۳

سیدہ رقیہ کبریٰ کی ماں امّ البنین نہیں، بی بی صہبا عرف امّ حبیب تھیں

الثنيّ والزّميل

وقد نزل ربيعة بن بجير التغلبي الثني والبِشر غضبًا لعقّة، وواعد روزبه وزرمهر والهذيل. فلمّا أصاب خالد أهل المصيّخ بما أصابهم به، تقدّم إلى القعقاع وإلى أبي ليلى، بأن يرتحلا أمامه، وواعدهما الليلة ليفترقوا فيها للغارة عليهم من ثلاثة أوجه، كما فعل بأهل المصيّخ. ثم خرج خالد من المصيّخ، فنزل حوران، ثم الرنق، ثم الحماة – وهي اليوم

لبني جُنادة بن زهير من كلب ـ ثم الزُّمَيل ، وهو البشر والثَّنِيّ معه ـ وهما اليوم شرقيّ الرُّصافة ـ فبدأ بالثَّنِيّ واجتمع هو وأصحابه ، فبيَّتَه من ثلاثة أوجه بياتاً ومن اجتمع له وإليه ، ومن تأشَّب لذلك من الشُّبان ، فجرّدوا فيهم السيوف ، فلم يُفلِت من ذلك الجيش مُخبِر ، واستبي الشَّرْخ ، وبعث بخُمُس الله إلى أبي بكر مع النُّعمان بن عوف بن النعمان الشيبانيّ ، وقسم النَّهب والسَّبايا ، فاشترى علي بن أبي طالب عليه السلام بنتَ ربيعة ابن بُجَيْر التغلبي ، فاتخذها ، فولدت له عمر ورُقيّة ، وكان الهذيل حين نجا أوى إلى الزّميل ، إلى عتَّاب بن فلان ، وهو بالبشر في عسكر ضخم ، فبيّتهم بمثلها غارةً شعواء من ثلاثة أوجه سبقت إليهم الخبر عن ربيعة ، فقتل منهم مقتلة عظيمة لم يُقتَلوا قبلها مثلها ، وأصابوا منهم ما شاءوا ، وكانت على خالد يمين : «ليبغتن تغلِبَ في دارها» ؛ وقسّم خالد فيئَهُم في الناس ، وبعث بالأخماس إلى أبي بكر مع الصباح بن فلان المزنيّ ، وكانت في الأخماس ابنة مؤذن النَّمَري ، وليلى بنت خالد ، وريحانة بنت الهذيل بن هبيرة . ثم عطف خالد من البِشر إلى الرُّضاب ، وبها هلال بن عُقّة ، وقد ارفضّ عنه أصحابُه حين سمعوا بدنوّ خالد ، وانقشع عنها هلال فلم يلق كيداً بها .

بغیره بعده، فلم یتزوج امراة ولام ولد بهذه الروایة.

وتوفی عن ثمانی عشر ام ولد؛ فقال علیه السلام جمیع امهات اولادی الان محسوبات علی اولادهن بما ابتعتهن به من اثمانهن، فقال ومن کان من امائه غیر ذوات اولاد فهن حرائر من ثلثه؛

فصل پنجم

منتخب التواریخ ص ۱۲۲ تا ۱۲۵ مؤلفه حاج محمد هاشم بن محمد علی خراسانی،

در ذکر اولاد امجاد حضرت امیرالمؤمنین (ع)

بدانکه در عدد اولاد آن بزرگوار اختلافست واصح چنانچه در ارشاد شیخ مفیداست آنست که آن بزرگوار بیست وهشت اولاد داشتند دوازده پسر وشانزده دختر.

اول، از آنها که اکبر اولاد های آن حضرت بود حضرت امام حسن مجتبی (ع) بود

دوم: حضرت امام حسین (ع)

سوم: حضرت محسن

چهارم: حضرت زینب الکبری

پنجم: حضرت ام کلثوم الکبری واین پنج بزرگوار از حضرت صدیقه کبری فاطمه زهرا متولد شدند واحوالات حضرت امام حسنؑ، در باب چهارم واحوالات حضرت سیدالشهداء، در باب پنجم ذکر خواهد شد انشاءالله واحوالات جناب محسن وحضرت زینب وحضرت ام کلثوم در باب دوم گفته شد

ششم جناب محمد بن الحنفیه والده ماجده شان خوله بنت جعفر بن قیس الحنفیه است الکنی بابوالقاسم واین بزرگوار بعد از حضرت امام حسنؑ وامام حسینؑ اکبر ذکور از اولاد حضرت امیرالمؤمنین بودند ودر عمدة الطالب است که ایشان در ماه ربیع الاول سنه هشتاد ویک از دنیا رحلت فرمود، در سن شصت وپنجسالگی انتهی.

بنابراین ولادتشان در سنه شانزده هجری بوده وفرموده لم یجتمع اسم رسول الله

وکنیۃ لاحد غیرہ والدہ ماجدہ اش خولہ است المعروفہ بالحنفیہ وجماعت کیسانیہ اورا مہدی آخری الزمان میدانند ومیگویند آں بزرگوار درکوہ رضوی غائب شدہ وبعضی از کیسانیہ اعتقاد شان این بود کہ بعد از امام حسنؑ وامام حسینؑ او خلیفہ بود۔

وابن ابی الحدید از جاحظ نقل میکند قال و اما محمد الحنفیہ فقد اقر الصادر والوارد والحاضر والبادی انہ کان واحد دھرہ ورجل عصرہ وکان اتم الناس تماما وکمالا انتہی۔

واز آن بزرگوار در غزوہ صفین شجاعتہای نمایانی بروز کرد۔

ودر کشف الغمہ است کہ بجناب محمد گفتہ اند کہ پدر بزرگوارت ترا بمیدان روانہ میکند وبخل میکند در فرستادن حسن وحسین را بمیدان جنگ، فرمود۔ ھما عیناہ وانا یدہ والانسان یقی عینیہ بیدہ۔

ومرتبۂ دیگر این سخن را بوے گفتند فرمود، انا ولدہ وھما ولد رسول اللہ وسابقاً گفتہ شد کہ قبر ایشان در بقیع یا در طائف است۔

ہفتم وہشتم ونہم ودہم جناب عباس وجعفر وعثمان وعبداللہ این چہار بزرگوار از جناب ام البنین بنت حزام بن خالد متولد شدند وہر چہار نفر در کربلا بیاری حضرت سید الشہداؑ شہید شدند واحوالات والدہ ماجدہ شان وکیفیت شہادتشان وبعضی از فضائلشان در باب پنجم ذکر خواہد شد۔ انشاء اللہ۔

یازدہم جناب یحییٰ بن علیؑ والدہ ماجدہ اش اسماء بنت عمیس بود

ودر مناقب است کہ این بزرگوار در حیات حضرت امیرؑ از دنیا رفت۔

دوازدہم وسیزدہم جناب محمد الاصغر المکنی بابی بکر وجناب عبید اللہ والدہ ماجدہ این دو بزرگوار لیلیٰ بنت مسعود الدارمیۃ التمیمیہ است۔

ودر ارشاد است کہ این دو بزرگوار ہم در کربلا بیاری حضرت سید الشہداؑ شہید شدند و

کیفیت شہادتشان در باب پنجم ذکر خواہد شد. انشاء اللہ تعالیٰ۔

زیارت ناحیۂ مقدسہ از اولاد ہائے حضرت امیر المومنین ع کہ در کربلا شہید شدند اسم پنج را ذکر میکند جناب عباس و جعفر و عثمان و عبد اللہ و محمد را و اسم عبید اللہ بردہ نشدہ

چہاردہم و پانزدہم جناب عمر الاطرف و جناب رقیہ ذایں دو توأمین متولد شدند۔ والدۂ ماجدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ است۔

اما جناب عمر الاطراف در تذکرہ سبط بن جوزی است کہ آنجناب ہشتاد و پنجسال زندگانی کرد و نصف میراث امیر المومنین (ع) را حیازت نمود شخص فاضلی بود و تزویج کرد اسماء بنت عقیل بن ابی طالب را پس متولد شد از او محمد و موسیٰ و ام حبیب و جناب عمر الاطرف از تمام پسرہای امیر المومنین ع کوچکتر بود بعد از تمام اولاد ہائے آنحضرت از دنیا رفت

ونسل حضرت امیر المومنین (ع) در اولاد ذکور از پنج نفر باقی ماند از حضرت مجتبیٰ و حضرت سید الشہداء و جناب محمد حنفیہ و حضرت عباس و جناب عمر الاطرف۔

واز سائر اولاد ذکور آنحضرت نسلی باقی نماند وجہ آنکہ آں بزرگوار را عمر الاطرف گفتند در مقابل عمر الاشرف ابن علی بن الحسین است چوں فضیلت جناب عمر الاطرف از طرف پدر بزرگوارش بود چو از حضرت صدیقۂ طاہرہ نبود۔

واما عمر بن علی بن الحسین ہم از نسل امیر المومنین ع بود وہم از فاطمہ زہرا ع۔

وعمر بن علی بن ابی طالب در ینبوع از دنیا رفت و جناب محمد بن عمر الاطرف آمد خدمت علی بن الحسین ع وبر زمین افتاد و دست آنحضرت را بوسید حضرت زین العابدین ع دختر خود خدیجہ را تزویج باو فرمود۔

ودر عمدۃ الطالب است کہ فرزند او جناب عبید اللہ بن محمد بن عمر الاطرف قبرش در بغداد معروفست و صاحب نذر است

واما رقیہ بنت امیر المومنین ع کہ خواہر ابوینی عمر الاطرف بود۔

ودر مناقب است کہ او زوجۂ جناب مسلم بن عقیل بود واز او متولد شد جناب عبد اللہ بن مسلم

واز زیارت ناحیۂ مقدسہ استفادہ میشود کہ جناب عبد اللہ بن مسلم وابی عبد اللہ بن مسلم

ہر دو در کربلا شہید شدند۔

شانزدہم وہفدہم ام الحسن ورملہ والدۂ ماجدہ ایں دو مخدرہ ام سعید بنت عروہ بن

مسعود الثقفیہ بود۔

ودر منتہی الامال است کہ ام الحسن زوجۂ جعدہ بن ہبیرہ پسر عمہ اش ام ہانی بود و بعد

از او جعفر بن عقیل او را نکاح کرد۔

واز زیارت ناحیۂ مقدسہ معلوم میشود کہ جعفر بن عقیل در کربلا شہید شد۔

ودر عمدۃ الطالب است کہ رملہ زوجۂ ہیاج عبید اللہ بن ابی سفیان بن حارث

بن عبد المطلب بود۔

ہیجدہم۔ نفیسہ در عمدۃ الطالب است کہ کنیۂ ایں مخدرہ ام کلثوم الصغریٰ بود وایں

مخدرہ زوجۂ کثیر بن عباس بن عبد المطلب بود

نوزدہم۔ زینب الصغریٰ در عمدۃ الطالب است کہ ایں مخدرہ زوجۂ جناب محمد بن عقیل بود

بیستم۔ رقیۃ الصغریٰ در اعلام الوریٰ است کہ ایں مخدرہ زوجۂ عبد الرحمٰن بن عقیل است۔

واز زیارت ناحیۂ مقدسہ استفادہ میشود کہ جناب عبد الرحمٰن بن عقیل در کربلا شہید شد،

بیست ویکم ام ہانی در عمدۃ الطالب است کہ او زوجۂ عبد اللہ بن عقیل بود۔

بیست ودوم امامہ کہ زوجۂ صلت بن عبد اللہ بن نوفل بن حرث بن عبد المطلب بود

بیست وسوم فاطمہ در عمدۃ الطالب است کہ او زوجۂ محمد بن ابی سعید بن عقیل بود واز زیارت

ناحیہ استفادہ میشود کہ او در کربلا شہید شد۔

ودر بحار از قرب الاسناد از عنبسۃ العابد روایت کردہ کہ فاطمہ دختر امیر المومنین ع اینقدر

عمرش طولانی شد کہ حضرت صادق او را دید۔

واز امالی شیخ صدوق استفاده میشود که فاطمه بنت امیرالمومنین درکربلا بوده و باسیری بشام رفته روایتش در باب پنجم ذکر میشود۔

بیست وچهارم، خدیجه و در عمدة الطالب است که او زوجه عبدالرحمن بن عقیل بود و در ذخیرة الدارین سید عبدالمجید حایری ذکر نموده که فاطمه وخدیجه بنت امیرالمومنینؑ هردو درکربلا بودند واز شدت عطش و دهشت روز عاشورا شهید شدند۔

بیست وپنجم میمونه، در عمدة الطالب است که آں مخدره زوجه عبدالله الاکبر بن عقیل بود

بیست وششم ام الکرامه

بیست وهفتم جمانه

بیست وهشتم ام سلمه

واین یازده مخدره از مادر ہائے متفرقه بودند پس معلوم شد که صبایائی حضرت امیرالمومنینؑ زوجهٔ بنی اعمامشان بوده اند

چنانچه در بحار الانوار از خرازقی روایت کرده که پیغمبرؐ نظر فرمود باولاد علی وجعفر و عباس فرمود بناتنا لبنینا وبنونا لبناتنا۔

و در خرائج راوندی است که امیرالمومنینؑ پسر ہائے خود را جمع کرد و آنہا دوازده پسر بودند فرمود خداوند دوست داشته که قرار بگذارد در من سنتی را از یعقوب پیغمبرؐ زیرا که او ہم پسرانش را جمع کرد و آنہا ہم دوازده نفر بودند و فرمود من شمارا وصیت میکنم بحضرت یوسفؑ پس بشنوید وازاو اطاعت کنید و من ہم وصیت میکنم شمارا بحسن وحسین پس بشنوید از این دو واطاعت کنید این دورا۔

منتهی الآمال، جلد اول تالیف حاج شیخ عباس قمیؒ صـ ۱۸۶ تا ۱۸۸
فصل ششم در ذکر اولاد حضرت امیرالمومنین علیه السلام

حضرت امیرالمومنین علیه السلام را از ذکور و اناث بقول شیخ مفید بیست وهفت تن

فرزند بود چهار نفر از ایشان امام حسن و امام حسین و زینب کبری ملقب بعقیله و زینب صغری
است که مکناة است بام کلثوم و مادر ایشان حضرت فاطمة الزهرا سیدة النساء علیهم السلام
است و شرح حال امام حسن و امام حسین علیهما السلام بیاید و زینب در حبالهٔ نکاح عبداللہ بن جعفر
پسر عم خویش بود و از او فرزندان آورد که از جمله محمد و عون بودند که در کربلا شهید گشتند، و ابوالفرج
گفته که محمد بن عبداللہ بن جعفر که در کربلا شهید شد، مادرش خوصا بنت حفصه بن ثقیف است
و او برادر اعیانی عبیداللہ است که او نیز در وقعهٔ طف شهید شد و اما ام کلثوم حکایت
تزویج او با عمر در کتب مسطور است و بعد از او بحبیح عون بن جعفر در آمد و از پس او زوجهٔ محمد بن جعفر
گشت، و ابن شهر اشوب از کتاب امامت ابو محمد نوبختی روایت کرده که ام کلثوم را عمر
بن الخطاب تزویج کرد و چون آنمخدره صغیره بود هم بستر نگشت و پیش از آنکه با او مضاجعت
کند از دنیا برفت پنجم محمد مکنی بابی القاسم و مادر او خوله حنفیهٔ دختر جعفر بن قیس است و در
بعضی روایات است که رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیه السلام را بمیلاد محمد
بشارت داد و نام و کنیت خود را عطای او گذاشت و محمد در زمان حکومت عمر بن الخطاب متولد
شد و در ایام عبدالملک بن مروان وفات کرد و سن او را شصت و پنج گفته اند و در موضع وفات
او اختلافست بقولی در ایله و بقولی در طائف و بقول دیگر در مدینه وفات کرد و او را در بقیع بخاک
سپردند، جماعت کیسانیه او را امام میدانستند و او را مهدی آخرالزمان میخواندند و باعتقاد
ایشان آنکه محمد در جبال رضوی که کوهستان یمن است جای فرموده است و زنده است تا
گاهی که خروج کند و الحمد للہ اهل آنمذهب منقرض شدند و محمد مردی عالم و شجاع و نیرومند و
قوی بوده، نقل شده که وقتی زرهی چند بخدمت امیر المومنین علیه السلام آوردند یکی از آن زرهها
از اندازه قامت بلند تر بود حضرت فرمود تا مقداری از دامان آن زره را قطع کنند، محمد دامان
زره جمع کرد و از آنجا که امیر المومنین علامت نهاده بود بیک قبضه بگرفت و مثل آنکه بافته حریر را
قطع کند دامنهای درع آهنین را از هم بدرید

و حکایت او و قیس بن سعد بن عباده با آن دو مرد رومی که از جانب سلطان روم فرستاده شده بودند معروفست و کثرت شجاعت و دلیری او از ملاحظهٔ جنگ جمل و صفین معلوم شود ۶ و ۷ عمر و رقیه کبریٰ ست که هر دو تن توام از مادر متولد شدند و مادر ایشان ام حبیب دختر ربیعه است ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ عباس و جعفر و عثمان و عبد الله اکبر است که هر چهار در کربلا شهید گشتند و کیفیت شهادت ایشان بعد از این مذکور شود انشاء الله تعالیٰ و مادر این چهار تن ام البنین بنت حزام بن خالد کلابی است و نقل شده که وقتی امیر المومنین علیه السلام برادر خود عقیل را فرمود که تو عالم بانساب عرب زنی برای من اختیار کن که مرا فرزندی بیاورد که فحل و فارس عرب باشد عرض کرد که ام البنین کلابیه را تزویج کن که شجاع تر از پدران او هیچکس در عرب نبوده پس جناب امیر علیه السلام او را تزویج کرد از او جناب عباس علیه السلام و سه برادر دیگر متولد گشت و از اینجهت است که شمر ذی الجوشن لعنه الله که از بنی کلاب است در کربلا خط امان از برائے ابو الفضل العباس علیه السلام و برادران آورد و تعبیر کرد از ایشان بفرزندان خواهر چنانکه مذکور میشود۔ ۱۲ و ۱۳ محمد اصغر و عبد الله است و محمد مکنّی بابی بکر است و این هر دو در کربلا شہید گشتند و مادر ایشان لیلے بنت مسعود دارمیه است ۱۴ یحییٰ مادر او اسماء بنت عمیس است۔ ۱۵ و ۱۶ ام الحسن و رمله است و مادر ایشان ام سعید بنت عروه بن مسعود ثقفی است و این رمله رملهٔ کبریٰ است و زوجهٔ ابی الهیاج عبد الله ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب بودٌ و گفته اند که ام الحسن زوجهٔ جعده بن هبیرة پسر عمهٔ خود بوده و از پس او جعفر بن عقیل او را نکاح کرد۔ ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ نفیسه و زینب صغریٰ و رقیه صغریٰ است و ابن شهر آشوب مادر این سه دختر را ام سعید بنت عروه گفته و مادر ام الحسن و رمله را ام شعیب مخزومیه ذکر نموده و نقل شده که نفیسه مکناة بام کلثوم صغریٰ بوده و کثیر بن عباس بن عبد المطلب او را تزویج نمود و زینب صغریٰ را محمد بن عقیل کابین بست و بعضی گفته اند که رقیه صغریٰ مادرش ام حبیبه است و او را مسلم بن عقیل بنکاح خویش در آورده بود، و بقیه اولاد آنحضرت از بیستم تا بیست

و هفتم بدین ترتیب بشمار رفته: ام هانی و ام الکرام و جمانه مکناة بام جعفر و امامه و ام سلمه و میمونه و خدیجه و فاطمه رحمة الله علیهن، و بعضی اولاد های آنحضرت ترا سی و شش تن شمار کرده اند: هیجده تن ذکور و هیجده نفر اناث بزیادتی عبدالله و عون که مادرشان اسماء بنت عمیس بوده بروایت هشام بن محمد معروف بابن کلبی و محمد اوسط که مادر او امامه دختر زینب دختر رسول خدا صلی الله علیه و سلم بوده، و عثمان اصغر و جعفر اصغر و عباس اصغر و رمله صغری و عمر اصغر و ام کلثوم صغری، و ابن شهر اشوب نقل کرده که حضرت امیرالمومنین را از محیاة دختر امرء القیس زوجهٔ آنحضرت دخترے بود که در ایام صبا و صغر سن از دنیا برفت و شیخ مفید ره فرموده که درمیان مردم شیعی ذکر میشود که حضرت فاطمه زهرا را فرزندی از حضرت امیرالمومنین در شکم بود که پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم او را محسن نام نهاده بود و بعد از رسول خدا صلی الله علیه وسلم آن کودک نارسید از شکم مبارکش ساقط شود،

مولف گوید، که مسعودی در مروج الذهب و ابن قتیبه در معارف و نورالدین عباس موسوی شامی در از هارستان الناظرین محسن را در اولاد امیرالمومنین علیه السلام شمار کرده اند و صاحب مجدی گفته که شیعه روایت کرده خبر محسن در فسه را و من یافتم در بعض کتب اهل نسب ذکر محسن را ولکن ذکر نکرده رفسه را من جهة اعول علیها و بالجمله از پسران امیرالمومنین علیه السلام پنج نفر فرزند آوردند امام حسن و امام حسین علیهما السلام و محمد بن الحنفیه و عباس و عمر الاکبر و از ذکر کردن مادران اولاد های امیرالمومنین اسامی جمله از زوجات آنحضرت نیز معلوم شد، و گفته شده که مادامیکه حضرت فاطمه علیها السلام در دنیا بود امیرالمومنین زنی را بنکاح خود در نیاورد چنانکه رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم در زمان حیات خدیجه زن دیگر اختیار نفرمود و بعد از آنکه حضرت فاطمه علیها السلام از دنیا رحلت فرمود، بنا بر وصیت آنحضرت امامه دختر خواهر آن مخدره را تزویج کرد و بروایتی تزویج امامه از پس سه شب گذشته از وفات حضرت فاطمه علیها السلام واقع شد و چون امیرالمومنین علیه السلام شهید گشت چهار زن و هیجده تن

ام ولد از آنجناب باقی مانده بود و اسامی این چہار زن چنین بشمار رفتہ: امامہ و اسماء بنت عمیس و لیلی التمیمیہ و ام البنین۔

منتہی الآمال جلد اول، تالیف جناب حاج شیخ عباس قمی ص ۱۹۲ -
ذکر عمر الاطرف بن امیر المومنین علی علیہ السلام و اولاد او۔

عمر الاطرف کنیہ اش ابو القاسم است و چون شرافتش از یک طرف است او را اطرف گویند اما عمر بن علی بن الحسین چون شرافتش از دو طرف است او را عمر اشرف گویند، مادرش صہبا ثعلبیہ است و آن ام حبیب بنت عباد بن ربیعہ بن یحیی است از سبی یمامہ و بقولی از سبی خالد بن الولید است از عین التمر کہ امیر المومنین علیہ السلام آنرا خرید و عمر با رقیہ خواہرش توام بدنیا آمدند و آخرین اولاد امیر المومنین است کہ بدنیا آمد و او صاحب لسان و دارای فصاحت و جود و عفت بود۔ قال صاحب العمدۃ: ولا یصح روایۃ من روی ان عمر حضر کربلا و کان اول من بایع عبد اللہ بن الزبیر ثم بایع بعدہ الحجاج۔

فقیر گوید: در ذکر اولاد حضرت امام حسن علیہ السلام بیاید کہ حجاج خواست عمر را با حسن بن حسن شریک سازد در صدقات امیر المومنین علیہ السلام و میسر نشد وفات کرد عمر در ینبع بسن ہفتاد و ہفت یا ہفتاد و پنج و اولاد او جماعت بسیارند در شہر ہائے متعددہ و ہمگی منتہی میشوند بہ پسرش محمد بن عمر از چہار ولد ۱ عبد اللہ ۲ عبید اللہ ۳ عمر ۴ و مادر این سہ نفر خدیجہ دختر امام زین العابدین علیہ السلام است ۴ جعفر و مادرش ام ولد است۔

ص ۳۰ ، ۳۱

جمعیت خدام عزا لکھنؤ کا چودھواں رسالہ سلسلہ نمبر ۲ **سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیل رض**
مولف، لسان الملت والدین زبدۃ العلما مولانا آغا سید مہدی صاحب قبلہ لکھنوی
مطبع سرفراز قومی پریس لکھنؤ۔

شہادت حضرت رقیہ کبریٰ و ام ہانی بنات حضرت علی المرتضیٰ رضؓ

شادی ان صفتوں کی جھلک ان میں عنفوان شباب سے تھی ۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی قدر شناس نظروں نے ان کو دامادی کے لئے منتخب کیا اور زیادہ تر بنی ہاشم میں آپس ہی میں شادیاں ہوتی تھیں ایک بھائی کی اولاد دوسرے بھائی کی شریک زندگی قرار پاتی تھی ، مسلم کی شادی اپنی صاحبزادی رقیہ سے کردی ، اولاد امیرالمومنینؑ میں دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ تھا ، بڑی رقیہ کو بعض مورخین آپ کی بی بی صہبا خاتون کے بطن سے اور بعض ام حبیبہ بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن جبید بن علقمہ تغلبیہ کے بطن سے بتاتے ہیں اور چھوٹی رقیہ کی ماں کا نام حالات میں موجود نہیں ہے ۔

مسلم کے حبالۂ نکاح میں رقیہ خاتون کا ہونا فریقینؓ میں مسلم ہے اور وہ واقعۂ کربلا میں موجود تھیں ، فاضل شاعر رخصت علی اکبر کے سلسلہ میں ذمہ دارانہ الفاظ میں کہتا ہے

چچی بھی پھوپھی بھی تھی رقیہ زوجۂ مسلمؑ پکاری آہ بھر کر دختر حیدر خدا حافظ
ابو طالب عقیل و حمزہ و مسلم کو تمہیں سونپا محافظ ہو تمہاری جان کا جعفر خدا حافظ

رقیہ حضرت عمر بن علی کی سگی بہن تھیں ، پردیس میں رنڈاپے کی مصیبت ، اولاد کی شہادت اسیری کی زحمت اس خاتون کے وہ دل ہلا دینے والے مصائب ہیں جن پر تبصرہ کرنے میں قلم تھراتا ہے چونکہ وہ اولاد علیؑ سے تھیں اس لئے ان کا امتحان بھی سخت تھا اور ایک وہ سخت وقت آیا کہ اس شاہزادی کو جان کے خوف سے مدینہ سے ہجرت کرنا پڑی کیا

لہ قاضی محمد صبغت اللہ بن محمد غوث حالات حضرت مسلم میں لکھتے ہیں ، فتزوج برقیۃ بنت علی ر نور العین صفحہ ۷۹ تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۱۷ ۔

ے یہ کلام مرزا فصیح علیہ الرحمۃ کا ہے ۔ میرے نزدیک ان کی حیثیت ایک محقق کی ہے ، برق لامع کے حواشی ان کی تحقیق اور احتیاط کے گواہ ہیں ۔

مدینہ اور کجا حدود ایران میں مملکت رے، یہ وہی صوبہ ہے جو قتل حسین کے انعام میں پسر سعد کو ملنے والا تھا۔ رقیہ اپنی بہن ام ہانی کے ساتھ جیسا کہ گذرا کسی مسجد میں پوشیدہ ہوئیں اور یوسف ثقفی نے ان کو چشمہ کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس روایت کے شواہد میرے سامنے نہیں ہیں۔ مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن علیؑ اور ان کی طرف نسبت رکھنے والی ساری کائنات کو مٹا دینے پر تیار تھے کچھ بعید نہیں۔

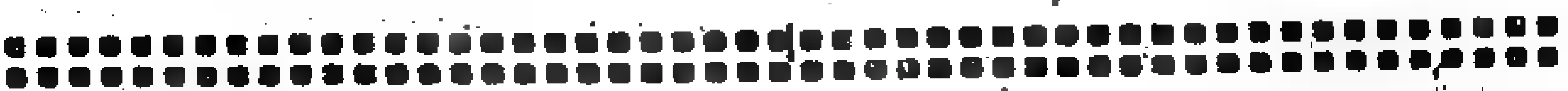
روضۂ سیدہ رقیہؑ کبریٰ

جناب رقیہ کبریٰ امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰؑ کی صاحبزادی تھیں، آپ کی والدہ صہباؒ بنت عباد بن ربیعۃ التغلبیہ تھیں جو بارھویں صدی ہجری میں فتح ثنیٰ و بشر کے بعد لڑائی کے اسیروں میں آئی تھیں، انہیں حضرت علیؑ نے خرید کر اپنی کنیز بنا لیا تھا پھر وہ ان (علیؑ) کی محبوب بیوی بن گیئں اور ام حبیبؒ کہلائیں۔ انہیں کے بطن سے جناب عمر بن علیؑ جنہیں عمر الاطرف بھی کہا جاتا ہے اور ایک بیٹی رقیہ بنت علی پیدا ہوئیں، عمر بن علی پچاسی برس کے ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے، یہی رقیہ، رقیہ کبریٰ کہلائیں اور جناب مسلم بن عقیل کی زوجیت میں آئیں۔

کتاب "تحفۃ الزائرین" کے ص ۷۰ پر الحاج ملک صادق علی عرفانی لکھتے ہیں کہ زندان شام کے متصل ایک بڑے حجرے میں جناب رقیہ کا روضہ ہے۔

ہ تنزیہہ الانساب، تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۸۲ تا ۳۹۷۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۵۴ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۵۲[illegible]، تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۸۷، مولفہ عبدالرحمن امرتسری شرق اسلام کے چار عظیم جرنیل ص ۸۰ مولف حفیظ اللہ خاں منظر اور سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیلؑ مولفہ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی۔

مشہد سیدّہ رقیہ کبریٰ بنت علی المرتضیٰؑ
زوجہ جناب مسلم بن عقیلؑ (در دمشق ۔ شام)



حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا

عماد الدین حسین اصفہانی
(عمادزادہ) تہران (ایران)

ص ۲۵۹ تا ۲۶۱

شہر تاریخی دمشق دارای ابنیہ تاریخی و موزہ ہای عالی مانند قصر العظیم ۔ موزہ عمومی آرام گاہ و مزار حضرت رقیہ، ام کلثوم ۔ حضرت سکینہ، مسجد جامع اموی، مشہد رأس الحسین مسجد جامع و سایر ابنیہ مہم کہ تاریخ آں از ۴۰۰۰ سال میگذرد میباشد۔

گشت از مرگ جگر گوشہ شاہ　　تا ابد روی شب شام سیاہ

مقبرہ و مزار حضرت رقیہ：یکے از آثار تاریخی شہر شام آرام گاہ و قبہ و مزار حضرت رقیہ است این مزار معروف بر رقیہ دختر حضرت سید الشہداء میباشد کہ بین سہ و چہار سال داشت این دختر در نامش اختلاف است و ما ہم ہنوز مطمئن نیستیم کہ دختر خود سید الشہداء باشد زیرا در کتاب آنحضرت نوشتیم کہ بدون تردید دو دختر امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ داشتہ یکے حضرت سکینہ دیگے ہم فاطمہ بودہ است و اگر این دختر از خود امام بودہ مادرش معلوم نیست۔

ترجمہ： تاریخی شہر دمشق جس کے تاریخی مکان اور بلند و بالا منزلیں ہیں، مثلاً قصر العظم، موزہ عمومی، آرام گاہ و مزار حضرت رقیہ۔ ام کلثوم، حضرت سکینہ، جامع مسجد اموی۔ مسجد راس الحسین، جامع و سایر ابنیہ جس پر تقریباً ۴۰۰۰ سال گذر گئے ہیں۔

شام شہر کے تاریخی آثار میں سے ایک تاریخی مقام حضرت رقیہ کی آرام گاہ اور قبہ ہے اور اسی کے متعلق مشہور ہے کہ یہ دختر سید الشہداء کی دختر رقیہ کا مزار ہے جو کہ تین یا چار سال کی تھی اس دختر کے نام میں اختلاف ہے اور آج تک اطمینان نہیں ہوا کہ یہ دختر سید الشہداء ہی ہے کیونکہ ایک کتاب میں یہ درج ہے جس کی تردید نہیں کی گئی کہ امام حسینؓ کی دو لڑکیاں تھیں ایک حضرت سکینہ۔ دوسری فاطمہ اور اگر یہ دختر بھی امام عالی مقام کی ہیں تو اس کی ماں معلوم نہیں۔

آرام گاہ حضرت رقیہ یک صحن کوچک و پر صفائی دارد کفش کن مسجدی و یک پلہ بالاتر ضریح و صندوقی کہ دل ہر زائری را از جای میکند و این مزار عمومی دختر سید الشہداء مسجد دایر مردم شام است باآنکہ پشت مسجد بزرگ اموی قرار دارد ہمہ مردم مسلمان بیشتر نماز خود را در این مسجد مجاور قبہ و مزار حضرت رقیہ میگذارند و ضریح کوچک نہادند چراغ برق و فرش و بارگاہی متناسب خود دارد و این قبہ و بارگاہ و سیلہ برائے ہدایت و ارشاد مردم جہان بقیام سید الشہداء برائے تکامل عقلانی است ہر شب جمعہ مخصوصاً مردم در آنجا جمع میشوند در روضہ و موعظہ و قرأت قرآن نمودہ صدقات و نفقات میدہند۔

(نوٹ) مندرجہ بالا بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ رقیہ حضرت حسین کی بیٹی تھی اور اس اختلاف کا ذکر بھی ہے کہ آج تک اطمینان نہیں ہوا کہ یہ سید الشہداء کی دختر ہے۔

اس کے بعد ہم کتاب "منتہی الآمال" جلد اوّل کا صفحہ نمبر ۶۴۳ پیش کرتے ہیں جس میں اولاد حضرت امام حسینؑ کا ذکر ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ رقیہ نامی کوئی بیٹی آپ کی نہیں تھی اور یہی ماننا پڑے گا کہ دمشق (شام) میں جو عظیم الشان مزار سیدہ رقیہ کا ہے وہ جناب سیدہ رقیہ کبریٰ بنت حضرت علی المرتضیٰؑ زوجہ جناب مسلم بن عقیلؑ کا ہے۔

منتہی الآمال

مؤلف شیخ عباس قمی، ج ۱ ص ۶۴۳

در بیان اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام

شیخ مفید رہ فرمودہ کہ آنحضرت را شش فرزند بود چہار تن از ایشان پسران بودند۔

۱۔ علی بن الحسین الاکبر و کنیت او ابو محمد است و مادرش شاہ زنان دختر کسریٰ یزدجرد است

۲۔ علی بن الحسین الاصغر معروف بعلی اکبر کہ در کربلا با پدرش شہید شد بشرحی کہ ذکر شد و مادرش لیلیٰ دختر ابو مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ است۔

۳۔ جعفر بن الحسین است و مادر او زنی از قبیلہ قضاعہ است و او در حیات پدر وفات یافت و اولادی نداشت۔

(۲) عبداللہ و او نیز در کربلا در کنار پدر بزخم تیری شہید گشت چنانکہ گذشت۔

اما دختران یکے سکینہ است کہ مادر او ربابؑ دختر امراء القیس است، و این رباب نیز مادر عبداللہ بن الحسین است و دختر دیگر فاطمہ نام داشت و مادر او ام اسحاق دختر طلحہ بن عبید اللہ تیمیہ است انتہی۔

و مختار شیخ مفید را جمعی دیگر نیز اختیار کردہ اند لکن سید سجاد را علی اوسط تعبیر کردہ اند و علی بن الحسین شہید را علی اکبر و ابن خشاب و ابن شہر اشوب پسران آنحضرت را شش تن شمار کردہ اند بزیادتی محمد و علی اصغر، و بر دو دختر آنحضرت زینب را نیز افزودہ اند کہ مجموع نہ تن بشمار میرود۔

و شیخ علی بن عیسی الاربلی در کشف الغمہ از کمال الدین بن طلحہ اولاد آنجناب را دہ تن شمار کردہ است نہ تن او را اسم بردہ مثل ابن شہر اشوب و دختر چہارم را نام نبردہ، بہر حال بیان شہادت دو پسران آنحضرت در طف در سابق بشرح رفت و حال حضرت سید سجاد علیہ السلام بعد از این بیاید انشاء اللہ تعالی، و اما آنکہ آنحضرت بزرگتر از علی اکبر بودہ چنانچہ شیخ مفید فرمودہ یا آنکہ کوچکتر بودہ چنانچہ ابن ادریس جمعی از اہل تاریخ بدان اعتقاد دارند۔

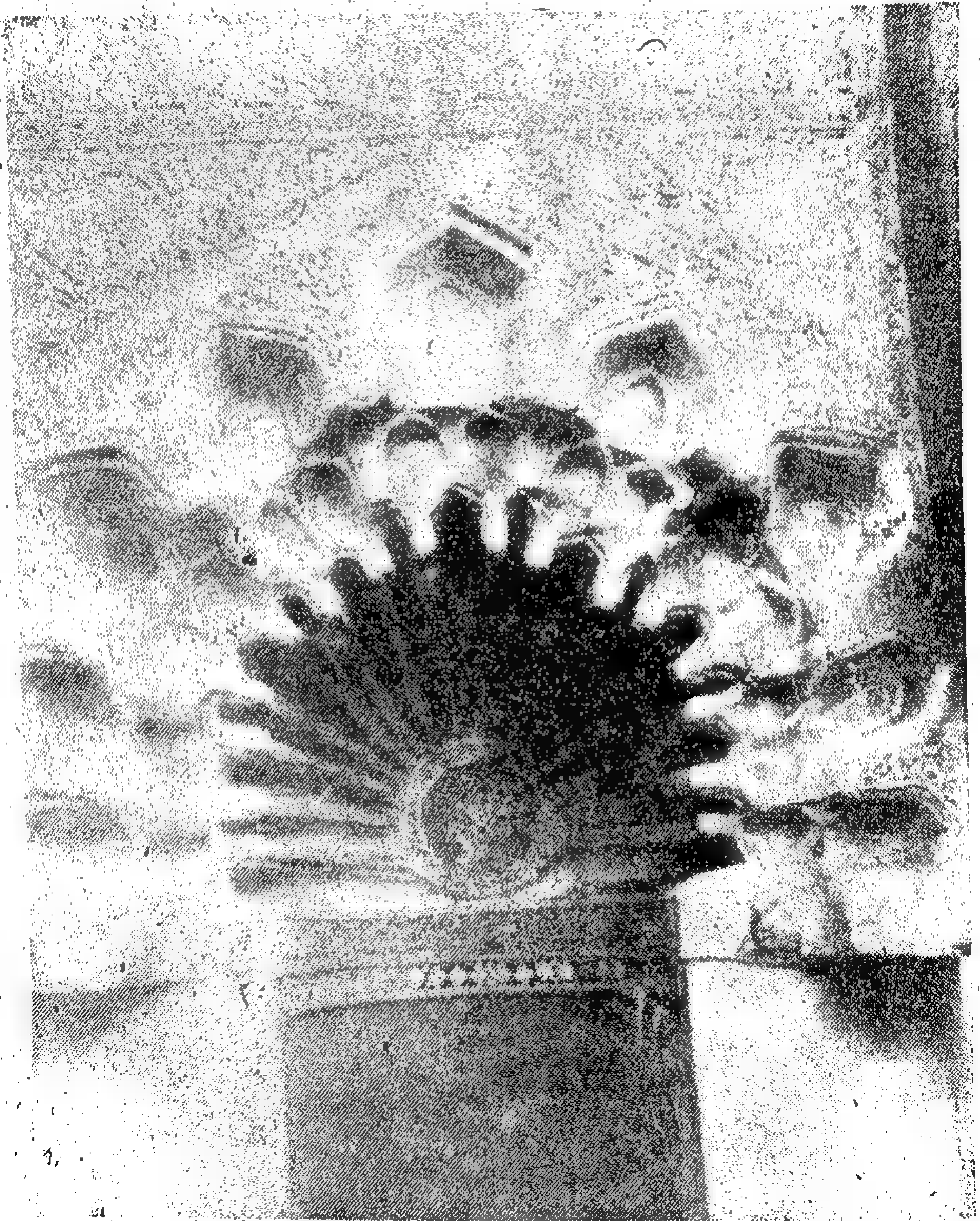
مشہد سیدہ رقیہ صغریٰ

حضرت علی المرتضیٰؑ کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ صغریٰ جن کے شوہرؓ جناب عبدالرحمن بن عقیل تھے اور جو ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے تھیں ان کا ذکر کتاب تذکرۃ الخواتین مولفہ مرزا مہدی شیرازی میں یوں لکھا ہے کہ

شیخ حسن العدوی میگوید در مصر از بنات زہراؑ غیر از سیدہ رقیہ و خواہر او

۱؎ منتخب التواریخ ص ۱۲۴ - ۲؎ د حوالہ و حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں ۔

بشکریہ " انسائیکلو پیڈیا آف اسلام "
جلد ۱۵ زیر عنوان فن تعمیر مصر
مطبوعہ : دانش گاہ پنجاب پاکستان



مشہد سیدہ رقیہ صغریٰ بنت علی المرتضیٰؑ
زوجہ جناب عبدالرحمٰن بن عقیلؑ (در مصر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر: ۲۱۲۸۲۱/۵۴۳۵۳

آردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ

ڈاکٹر سید عبداللہ
ایم اے، ایم او ایل، ڈی لٹ
پروفیسر ایمریطس
رکن اساسی، اکادمی ادبیات پاکستان
صدر، شعبۂ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ



وولنر ہال
پنجاب یونیورسٹی (شارع قائداعظم)
لاہور
نمبر

مکرمی و محترمی ! السلام علیکم ۔

آپ کا خط مورخہ ۲۲ - جنوری ۱۹۸۳ء موصول ہوا ۔ شکریہ ۔

آپ نے حضرت علی کی بیٹی حضرت رقیہ صغریٰ کے مزار جو مصر میں ہے کی تصویر جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر ۱۵ میں چھپی ہے کو اپنی کتاب " بی بی پاکدامنان کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں " چھاپنے کی اجازت طلب کی ہے ۔ آپ یہ تصویر چھاپ سکتے ہیں آپ کو اجازت ہے ۔ والسلام ۔

مخلص ۔

(سید عبداللہ)

بخدمت شریف
جناب حفیظ اللہ خان منظر صاحب،
۲۹/۱ - بی بی پاکدامن،
لاہور ۔

حضرت زینب کسی مدفون نیست، خلاصہ جیتر در مصر باسم این دو خواہر علیہما صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر میباشد کہ زیارتگاہ است۔

السائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۵ (زیر عنوان فن تعمیر مسر) مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں ص ۹ ۲۷ میں یوں ذکر ہے کہ

۵۲۷ھ میں سیدہ رقیہ کا چھوٹا سا خوبصورت مشہد تعمیر ہوا یہ اپنی اعلیٰ درجے کی گچ کی محراب کے لئے مشہور ہے جس پر گھونگھٹ بنا ہوا ہے (تصویر ۶۔ب) اب تک گنبد سہارے کی ڈاٹوں پر قائم کئے جاتے تھے، لیکن یہاں ایک قدم آگے بڑھایا گیا ہے۔ اسے طاق مقرنس کہتے ہیں کیونکہ سہارے کی ڈاٹ گوشے میں تبدیل کر دی گئی ہے دونوں طرف دو طاقچے ہیں جن کے اوپر ایک اور طاقچہ بنایا گیا ہے (تصویر ۱۱۔الف) سہ رُخے روشندان مثلثی کردں ہی کے انداز پر قائم کئے گئے ہیں، جس سے بالائی طاقچے اور دریچوں کے بالائی حصے کے درمیان بمشکل تھوڑا سا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

سیدہ رقیہ صغریٰ بنت حضرت علیؑ کی زیارۃ گاہ (در مصر) کی دو تصاویر مذکورہ بالا کتاب میں ۶۔ب اور ۱۱۔الف موجود ہیں۔

نقوش لاہور نمبر ۲۷۲ھ کا لاہور؟

نقوش لاہور نمبر صفحہ ۲۹ : پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر

یہ سادہ اور مستند تاریخ ہے جو شہر لاہور، اس کے نام اور اس کی تاریخ کے متعلق مجھے دستیاب ہوئی ہے اور میں نے اسے من و عن درج کر دیا ہے، اس پر غور

ہ۔ صفحہ گذشتہ سے آگے: ۔شیخ حسن العدوی کی یہ بات غلط ہے کہ زینب و رقیہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی بیٹیاں تھیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ زینب الصغریٰ اور رقیہ صغریٰ تو جناب علیؑ کی زوجہ ام سعید بنت عروۃ بن مسعود کے بطن سے تھیں۔ (حفیظ اللہ خاں منظر)

کرنے سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

(۱) لاہور کا اولین ذکر ۳۷۲ھ / ۹۸۲ء میں کتاب حدود العالم میں ملتا ہے اس سے پہلے کسی مورخ، جغرافیہ دان یا سیاح نے لاہور کا ذکر نہیں کیا۔

(۲) لاہور کے نام کی مختلف شکلیں مختلف مصنفوں کے ہاں ملتی ہیں اور ان کی یہ فہرست بنتی ہے۔

لہور

لوہاور

لوہور

لہانور

لہاوُر

لہاددر

لاد ہور

لہاوُر

لانہور

لہادار

لاہور

(۳) مندھکور، مندکور یا مندکھکور کا شہر صوبۂ لاہور کا دارالخلافہ تھا لیکن یہ شہر لاہور سے الگ تھا۔

(۴) ۳۷۲ھ / ۹۸۲ء میں لاہور پر حاکم ملتان کا نمائندہ حکومت کرتا تھا اور ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء میں لاہور ملتان کے توابع میں تھا۔ یعنی اس وقت تک لاہور کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ ہوئی تھی۔

(۵) کم از کم ۳۷۲ھ / ۹۸۲ء تک اس شہر میں کوئی مسلمان موجود نہ تھا اور یہاں صرف

ہندو آباد تھے ؛

(۲) کوئی ایسی معاصر شہادت موجود نہیں جس سے حتمی طور پر یہ معلوم ہو سکے کہ فلاں آدمی نے اسے فلاں موقع پر فلاں تاریخ کو آباد کیا تھا۔ روایت اس کی تاسیس کو مختلف ناموں سے منسوب کرتی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں :

(الف) راجہ پریکھت جو پانڈوؤں کی اولاد میں سے تھا۔

(ب) لوہار چند جو راجہ دیپ چند کا بھتیجا تھا۔

جیسے کہ ابھی بیان کیا گیا ہے یہ لاہور کے عہد اسلامی کی وہ تاریخ ہے جس کا سراغ کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ تاریخ نہ تو شہر کی معین تاریخ تاسیس تک راہنمائی کرتی ہے نہ اس کے مؤسس تک۔ لاہور دفعتہً دسویں صدی عیسوی کے اواخر میں تاریخی کتابوں میں نمودار ہوتا ہے اور یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ اس سے پیشتر کے تاریخی شواہد ہمیں نہیں ملتے اس لئے ہمیں ان قیاسات کو بھی زیر بحث لانا پڑتا ہے جو شہر کے نام اور تاریخ تاسیس کے متعلق کئے گئے ہیں (تفصیل کیلئے نقوش کا لاہور نمبر ملاحظہ فرمایئے)

دائرہ معارف اسلامیہ، جلد نمبر ۱۸ (**انسائیکلوپیڈیا آف اسلام**)

پنجاب یونیورسٹی نے مذکورہ بالا کتاب میں "لاہور" کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ

لاہور: تاریخ اور وجہ تسمیہ: لاہور کی قدیم تاریخ پر قیاسات، روایات اور حکایات کا غبار کچھ اس طرح چھایا ہوا ہے کہ کوشش کے باوجود قطعی طور پر یہ معلوم کرنا ممکن نہیں کہ اس شہر کا موجودہ نام (لاہور) کب اور کیسے رکھا گیا۔

اسلامی دور کے معروف تاریخی ماخذ میں لاہور کا ذکر سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری کی ایک عربی تالیف حدود العالم (ترجمہ انگریزی منورسکی طبع لنڈن، ۱۹۳۷ء، ص ۸۹) میں ملتا ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا (تصنیف ۳۷۲ھ/ ۹۸۲ء) اس کتاب میں لاہور

کا ذکر یوں درج ہے۔

"لہور شہر کے متعدد اضلاع ہیں اور اس کا حاکم امیر ملتان کا نائب ہے، اس میں بازار اور بت خانے ہیں۔ اس میں چلغوزہ، بادام اور ناریل کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں یہاں کے لوگ سب بت پرست ہیں اور مسلمان ایک بھی نہیں" گویا دسویں صدی کے اواخر تک یہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ (تفصیل کے لئے مذکورہ بالا جلد ملاحظہ فرمائیں)

آخر یہ ہیں کون؟

دیوان قلندر شاہ لاہوری مطبوعہ ۱۹۵۰ء/۱۳۶۹ھ لاہور (اتحاد پریس)

جناب محمد شجاع الدین ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور درج بالا کتاب کے پیش لفظ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت سید احمد توختہ ترمذی"

سلطان قطب الدین ایبک کے دور میں ایک مرتاض زاہد اور شب زندہ دار عابد لاہور میں اقامت گزیں تھے۔ نام آپ کا سید احمد توختہ ترمذی تھا۔ آپ کی خانقاہ میں سالکانِ راہِ تصوف روحانی منازل کے طے کرنے کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے۔ بی بیانِ پاکدامن جن کے مزارات ایمپرس روڈ لاہور کے متصل زیارت گاہِ انام ہیں بروایت صحیحہ آپ ہی کی صاحبزادیاں تھیں۔

تاریخ لاہور

مصنفہ:۔ رائے بہادر کنہیا لال

مطبع:۔ وکٹوریہ پریس لاہور

مگر جو مصنف حدیقۃ الاولیاء بحوالہ تذکرہ حاکمیہ کہتا ہے وہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک شخص سید خدا پرست عابد و زاہد ولی اللہ سید احمد توختہ نام لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ اس کے گھر چھ لڑکیاں بی بی حاج، بی بی تاج

بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز تھیں اور وہ چھیئوں تارک الدنیا مجرد عابد و زاہد تھیں ۔ ۶۰۲ھ میں سید احمد مر گیا ، لاہور کے اندر محلہ چلہ بیبیاں میں مدفون ہوا اور اب تک اس کی قبر موجود ہے پہلے اس کی قبر پر بڑا مقبرہ تھا ۔ جب سنگ مرمر اس کا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اتروالیا تو مقبرہ گر گیا اور اس کے گرد و نواح کے قبرستان کو مسمار کر کے غلام محی الدین شاہ پیرزادہ رتہ نے اپنی حویلی بنالی اور وہ قبر اب ایک طویلہ کے اندر پختہ بنی ہوئی ہے ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کی لڑکیاں لاہور کے حصار سے باہر جاکر قیام پذیر ہوئیں ۔ اور لوگوں سے الگ بہ عبادت حق مصروف ہوئیں آخر جب ۶۱۵ھ میں کفار مغل نے بہ تعاقب سلطان جلال الدین خوارزمی کے پنجاب پر لشکر کشی کی اور لاہور رعایا بہ جرم مقابلہ مجادلہ کے قتل ہوئی تو یہ بی بیاں بھی کہ مستورہ و مخدرہ تھیں ، نہایت گھبرائیں کہ اب نامحرم لوگ آکر ہم کو بے پردہ کریں گے اور سب نے مل کر دست دعا خدا کے حضور اٹھائے اور کہا کہ یا الٰہی ہم کو زمین کا پیوند کر دے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ زمین جا بجا سے پھٹ گئی اور وہ چھیئوں بی بیاں مع اپنی خادمہ عورتوں بی بی تنوزری وغیرہ کے زمین میں سماگئیں اور ان کی اوڑھنیوں کے پلے ذرا ذرا سے زمین سے باہر رہ گئے تھے ۔ جن پر بعد امن چین لوگوں نے قبریں بنادیں ۔

تذکرہ علمائے لاہور

مصنف ۔ منشی محمد دین فوق
مطبع ۔ سٹیم پریس لاہور
۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

مولوی غلام دستگیر نامی نے جو محلہ چلہ بی بیاں میں رہتے ہیں ، تاریخی واقعات سے سطور بالا در تحقیقات چشتی کی کہانی ، کی تردید کی ہے ۔ چنانچہ راقم الحروف کے پاس آپ نے جو مضمون بھیجا ہے ۔ اس میں لکھا ہے کہ (۱) جو نام .... تحقیقاتِ چشتی وغیرہ میں حضرت عقیل کی بیٹیوں کے لکھے ہیں ، ان میں سے کوئی نام آپ کی کسی بیٹی کا نہ تھا اور آخری دو نام گوہر و شہباز تو اہل عرب کے ہیں ہی نہیں ۔ (۲) یہ بات بھی ناممکن ہے کہ ان بیبیوں کو سوائے

لاہور کے جو اس زمانہ میں تمام غیر مسلموں سے آباد تھا کوئی جائے پناہ نظر ہی نہ آئی۔ (۳) بنی امیہ کو مستورات سے کچھ تعرض نہ تھا اور نہ وہ خاندانِ حضرت سید الشہدا رضؓ کی ایذا رسانی کے درپے تھے (۴) ہندوستان میں آنے کی نسبت وہ مدینہ کی طرف بآسانی جا سکتی تھیں اور محفوظ رہ سکتی تھیں[1]۔

پھر آخر کون ہیں (صاحبِ مزارات بی بی پاکدامناں) اس کے متعلق نامی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بی بیاں حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں تھیں جو چھٹی صدی ہجری کے آخری حصہ میں اپنے وطن سے کیچ مکران آئے اور پھر لاہور آئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی بیٹیاں بڑی عابدہ وزاہدہ اور علم دین میں کمال درجہ رکھتی تھیں سنہ ۶۱۴ھ میں چنگیز خانی لشکر جلال الدین خوارزمی کے تعاقب میں تاخت کرتا ہوا لاہور پہنچا تو اسے بھی تاراج کیا۔ بیبیوں نے خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ ہمیں نامحرموں کی دست برد سے محفوظ رکھ چنانچہ زمین نے انہیں اپنے اندر چھپا لیا۔

---

[1] تاریخ کی تمام کتابوں میں دمشق [redacted] مدینہ جانے کا احوالِ قافلۂ اہلِ بیت وضاحت سے درج ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ (حفیظ اللہ خاں منظر)

مآثرِ لاہور (باغات و مزارات)

مؤلفہ منشی محمد دین فوقؔ۔ مرتبہ محمد عبداللہ قریشی۔ نقوش کا لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء

عنوان:۔ بی بی پاک دامناں

بی بی پاکدامناں کا ذکر تحقیقات چشتی کے حوالہ سے راقم نے تصنیف یادرفتگاں ۱۹۰۴ء میں تفصیل سے لکھا تھا۔ اس وقت تک سب کا یہی خیال تھا کہ ان بیبیوں میں جن کی تعداد چھ بتائی جاتی ہے۔ ایک بی بی حاج نام حضرت علی کی بیٹی تھی اور پانچ بیبیاں ان کے بھائی حضرت عقیل کی صاحبزادیاں تھیں جو واقعہ کربلا کے بعد اپنی جانیں بچا کر لاہور آگئیں اور لاہور میں چونکہ اس زمانہ میں ہندو راجگان کی حکومت تھی اس لئے وہ ان کے خوف سے دعا کر کے زمین میں سماگئیں۔ راقم نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں صاحبِ تحقیقات کو ناقابلِ یقین سمجھ کر اس پر شبہ ظاہر کر دیا تھا۔ اب مزید تفصیلی حالات مندرجہ تاریخ جلیلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بیبیوں میں جن کے نام تاج حاج، حور، نور، گوہر اور شہباز تھے نہ کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھی نہ حضرت عقیل کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت جب لاہور میں کوئی مسلمان ہی نہ تھا۔ تو ان کو اپنے وطن سے ہزارہا میل دور یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر وہ عورتیں اپنی تنہائی اور بے کسی کے عالم میں اتنی دور صحیح سلامت کس طرح پہنچ سکتی تھیں وہ لاہور کی نسبت کوفہ شام یا حرمین شریفین میں جا کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھیں۔ جو کربلا سے نزدیک تر مقامات تھے۔ لاہور میں تو ان کی کوئی زبان بھی نہ جانتا تھا پھر تاج۔ گوہر اور شہباز وغیرہ نہ کوئی عربی نام ہیں۔ اس زمانہ کے عربوں میں یہ نام مروج نہ تھے۔

ضمیمہ ، خاندان نامیسر کا رسالہ نمبر ۱۷

بی بیاں پاکدامناں کے نسب وورود لاہور کی تاریخ کے متعلق تحقیق

ازقلم :- پیر غلام دستگیر نامی اولاد سید حاجی بنت حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ

تاریخ طباعت شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ۔

شہر لاہور کے جنوب مشرق کی طرف قلعہ گوجر سنگھ (اب سے ۲۰۹ سال پیشتر کا آباد کردہ ہے۔ اس کے اور ایمپریس روڈ کے مشرق کی جانب ایک مشہور مزار بنام خانقاہ بی بیاں پاکدامن واقع ہے۔ جن بی بیوں کے یہاں مزارات ہیں۔ وہ معتبر تاریخی نوشتوں کے مطابق حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں ہیں۔ سید صاحب کا مزار اندرون دروازہ اکبری متصل چوک نواب صاحب محلہ چلہ بی بیاں میں ہے۔ یہ چلہ خانہ (انہی بی بیاں پاکدامن کا) جانب جنوب مزار سید صاحب موصوف۔ زیر حصہ مکان جدہ مادری خواجہ محمد اقبال بی اے وکیل و برادر انش واقع ہے۔ یہاں لوگ فاتحہ پڑھتے اور عقیدت سے چراغ روشن کرتے ہیں۔ اس چلہ خانہ کے نام پر محلہ موسوم ہے اور اس کے غلط نام چھیل بی بیاں یا چہل بی بیاں کی میں نے ہی میونسپل کمیٹی لاہور سے بر بنائے اذکار قلندری تصحیح کرائی تھی۔ سید صاحبؒ کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے امام زین العابدینؓ سے اس طرح ملتا ہے۔

(۱) حسب شجرہ نسب جناب سید اطہر حسن صاحب زاہدی ترمذی بی اے مدیر روزنامہ زمیندار لاہور سید احمد توختہ ترمذی بن علی کاکیؒ بن حسین ثانیؒ بن محمد بخش بن حسین حمیص بن موسیٰ حمیص بن علی سجاد بن حسین اصغرؒ بن امام زین العابدینؒ۔

(۲) حسب شجرہ مندرجہ و متذکرہ حمیدیہ سید احمد توختہ ترمذی ابن علی ترمذی بن حسین ثانی بن محمد مدنی بن شاہ ناصر ترمذی بن موسیٰ حسین بن سید بن علی اصغر بن زین العابدینؒ۔

(۳) حسب شجرہ نزد سید منور علی شاہ صاحب ترمذی مکان دار مسلم گنج مزنگ لاہور۔ سید احمد توختہ ترمذی بن سید علی کاکی بن سید حسین ثانی بن سید محمد مدنی بن سید حسن حمیص عرف ناصر ترمذی بن موسیٰ حمیص بن علی سجاد حسین بن حسین اصغر بن امام زین العابدین۔

کوٹلی لوہاراں کے ایک صاحب مزار پر شجرہ لے کر آئے تھے۔ جو نُو اماموں کے واسطہ سے امام حسینؑ سے ملتا تھا عند التحقیق غلط ثابت ہوا۔

سید احمد توختہ ترمذی کا مزار مسکن ناگی کے جانب مشرق واقع ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہمارے بزرگوں کی تولیت میں رہا ہے اور ۱۳۲۰ھ سے میری تولیت میں ہے۔ ۱۹۱۴ء میں خاکسار کی کوشش سے اس کا پلستر اور فرش بندی ہوئی اور نیا دروازہ تعمیر ہوا۔ جس پر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے حجرہ غربی اور جنوبی حصہ پر ایک منزل ڈالی جو بطور کتب خانہ اور دار المطالعہ خاکسار کے متعلق ہے مزار کے باہر زیر سقف شاگرد لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بزرگ کے مزار میں شاد آباد کر کے بزرگوں کے نیک نام زندہ رکھنے کی توفیق دے کر میری اولاد اور مال میں برکت عطا کر رکھی ہے۔

الحمد اللہ علیٰ ذالک۔

بی بی پاکدامن کے نسب کے متعلق جدید تاریخوں میں بہت اختلاف ہے کیونکہ یہ ان پڑھ مجاوروں کے بیان پر مرتب کی گئی ہیں۔ میں نے حقیقت عالی پر روشنی ڈالنے کے لئے یہ رسالہ لکھا ہے تاکہ لوگ ان اشخاص کے دھوکے کا شکار نہ ہوں۔ جو واقعہ کربلا

سے ان بیبیوں کا تعلق بتلا کر ان کے مزارات پر مجلسِ ماتم برپا کر کے اس متبرک جگہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیبیاں اس سانحہ سے قریباً پانچ سو برس بعد پیدا ہوئیں۔ امید ہے کہ ناظرین غور سے اس رسالہ کا مطالعہ کریں گے۔

تنبیہہ کتاب المعارف میں جس کے مؤلف علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الکاتب الدینوری ۲۷۲ھ میں فوت ہوئے (امام زین العابدین رضی) علی کے صرف چار بیٹے ازبطن ام عبداللہ بنت امام حسن بن علی لکھتے ہیں۔

(۱) حسن (۲) محمد (۳) علی المطلب افطس (۴) عبداللہ۔ علاوہ ازیں (۵) عمر اور (۶) زید شہید بھی ان کے بیٹے تھے۔ جن کی ماں میدان سندھ کی رہنے والی (لونڈی) تھی۔ پس معلوم ہوا کہ سید احمد توختہ ترمذی علی افطس بن علی المطلب زین العابدین کی اولاد سے ہیں جیسا کہ تذکرہ حمیدیہ میں مسطور ہے۔ حسین امام زین العابدین کے کسی بیٹے کا نام نہ تھا۔ شیعوں کی تاریخ الائمہ سے بھی یہی ثابت ہے۔

بی بیان پاکدامن کے متعلق غلط بیان تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ ان چھ بیبیوں میں ایک تو رقیہ المشہور بی بی حاج عباس علمدار بن علی المرتضیٰ کی بہن تھی اور پانچ حضرت عقیل برادر حضرت علی رضی کی صاحبزادیاں ان کے نام تاج۔ حور۔ نور۔ گوہر اور شہباز تھے۔ حاج امام مسلم کی زوجہ تھی اور باقی پانچ ہمشیرگان یہ چھ بیبیاں امام حسین کے ہمراہ کربلا سے آئیں۔ مگر محرم کی نویں تاریخ کو امام حسین رضی نے حضرت علی رضی کے باطنی ایما پر انہیں ہندوستان کی طرف روانہ کر دیا اور وہاں قیام پذیر ہوئیں۔ جہاں اب ان کی خانقاہ ہے ان کے ورود پر راجہ

---

(۱) حضرت عباس کے صرف ۲ بھائی تھے جعفر اور عبداللہ بہن کوئی نہ تھی۔ (ناقی)

(۲) مسلم کی کسی سگی یا سوتیلی بہن کے یہ نام نہ تھے۔ (ناقی)

برماتری یا مہابرن کے آتشکدے سرد اور بت اوندھے ہوگئے۔ راجہ حیران ہوا۔ اپنے ولی عہد بکرماسہائے کو بھیجا کہ بیبیوں کو پکڑ لائے مگر وہ ان کی توجہ سے بیہوش ہوکر گر پڑا اور ہوش میں آکر مشرف باسلام ہوگیا۔ اس واقعہ پر ہنود میں شورش پیدا ہوگئی جس نے بلوے کی صورت اختیار کرلی۔ بی بیاں خائف ہوئیں۔ اللہ سے دعا مانگی کہ ہمیں نامحرموں کی دست برد سے بچالے۔ چنانچہ زمین شق ہوئی اور وہ زمین میں سما گئیں۔ پیوند خاک ہونے سے پہلے انہوں نے اپنے سات سو چار ساتھیوں سے جو ولی اللہ حافظِ قرآن اور بزرگ تھے فرمایا کہ اپنے اپنے وطنوں کو چلے جاؤ۔ چنانچہ سب اتباعاً الحکم چلے گئے۔ صرف چار حافظ رہ گئے جو ساتھ ہی پیوند خاک ہوئے راجہ کے نومسلم بیٹے کا نام عبداللہ یا جمال رکھا گیا۔ چنانچہ موجودہ مجاور اسی کی اولاد سے ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں۔ حدیقۃ الاولیاء میں ان بیبیوں کے متعلق مضمون حسب ذیل ہے۔

خاندان اہل بیت سے یہ بیبیاں عقیل بن علی (عقیل حضرت علیؑ کے کسی لڑکے کا نام نہ تھا۔ ہاں بھائی کا نام ضرور تھا (ناقل) کی پانچ لڑکیاں تھیں۔ واقعہ کربلا کے وقت یہ شام میں تھیں۔ امام حسین کی آمد سن کر یہ کربلا میں آئیں۔ مگر ان کے آنے سے پہلے خاتمہ ہوچکا تھا اس واسطے یہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بہ خوف خاندانِ امیہ روانہ ہوئیں اور لاہور کے باہر آکر قیام کیا۔ بہت ان کے قدم کی برکت سے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ خبر جب مسمی لہ یا دراجہ لاہور کو پہنچی۔ اس نے اکثر اپنے دربار کے امیر اُن کی خدمت میں بھیجے اور کہہ کر بھیجا کہ یہاں سے چلی جائیں۔ مگر جو شخص جاتا۔ وہاں ہی مشرف باسلام ہوکر رہ جاتا۔ آخر راجہ کا بیٹا گیا اس نے بھی اسلام کا خلعت پہن لیا۔ راجہ نے جب یہ حال سنا۔ کمال غضب ناک ہوا اور لشکر کے ساتھ ان کے قتل پر آمادہ ہوا۔ جب نزدیک پہنچا تو بیبیوں نے خدا کی جناب میں عرض کی کہ ہم کو نامحرموں کی نظر سے بچالے اور پیوند زمین کرلے۔ چنانچہ سب بیبیاں معہ خدام کے پیوند زمین ہوگئیں۔ صرف اوڑھنیوں کے پلو قبروں کے نشان کے لئے باہر رہ گئے راجہ کا بیٹا جس کا

نام بعد مسلمان ہونے کے بحال رکھا گیا تھا سلامت رہا۔ راجہ اس کو ساتھ لے گیا اور چاہا کہ وہ اپنے قدیم دین کی طرف عود کرلے۔ اس نے نہ مانا اور حضرات کی مزار پر مجاور ہو بیٹھا یہ تمام روایت لوگوں کی زبانی ہے اور کتاب تحفۃ الواصلین میں بھی یہی مضمون لکھا دیکھا ہے۔

اس مضمون پر خود صاحب حدیقۃ الاولیاء کا تبصرہ

مفتی غلام سرور صاحب مندرجہ بالا بیان کر کے لکھتے ہیں کہ قیاس نہیں چاہتا کہ واقعہ کربلا کے وقت یہ عرب ہند میں آئی ہوں۔ مگر ان حضرات کی بزرگی و پرفیض ہونے میں شک نہیں کہ مکان نہایت متبرک ہے اور کتاب تذکرہ حمیدیہ میں جو مضمون مؤلف کی نظر سے گذرا۔ اس کا لکھنا لطف سے خالی نہیں۔ اگرچہ کتاب خزینۃ الاصفیاء مؤلفہ بندہ میں درج نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ سید احمد توختہ ترمذی جو لاہور کے بزرگوں میں سے قطب یگانہ اور غوث زمانہ تھے ان کی پانچ لڑکیاں بی بی حاج۔ بی بی تاج۔ بی بی نور۔ بی بی حور۔ بی بی گوہر۔ بی بی شہباز تھیں اور پانچوں عابدہ زاہدہ صاحب عبادت و ریاضت تھیں۔ جب چنگیز خاں مغل سے شہزادہ جلال الدین خوارزم نے شکست کھائی اور ہند میں بھاگ آیا تو چنگیز خاں کی فوج اس کے تعاقب میں پنجاب میں داخل ہوئی۔ تمام ملک پنجاب انہوں نے غارت کر لیا۔ شہر لاہور کے لوگ دو مہینے تک ان کے ساتھ لڑتے رہے۔ جب شہر فتح ہوا تو افسر فوج نے حکم دیا کہ شہر کے لوگ سب کے سب قتل ہوں۔ بلکہ کوئی ذیجان حیوان بھی جانبر نہ ہو۔ چنانچہ ہزاروں انسان و حیوان قتل ہوئے اس وقت یہ پانچوں بیبیاں شہر کے باہر اپنے صومعہ میں جہاں ان کا باپ رہتا تھا۔ موجود تھیں۔ جب مخالفین نے ان کو غارت کرنا چاہا تو انہوں نے دعا کی کہ الٰہی ہم کو پیوند زمین کر دے اور نامحرم مردوں کی صورت نہ دکھلا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور زمین نے ان کو اپنے آپ میں چھپا لیا جب مخالفین دیوار توڑ کر مکان میں گھسے۔ تو کوئی ذیجان وہاں نہ پایا۔ البتہ زنانے کپڑوں کے کنارے زمین کے باہر نظر آئے۔ چند آدمی یہ کرامت دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور انہوں نے مجاوری اس مزار گوہر بار کی اختیار کرلی۔ یہ تقریر جو مشہور

نہیں ہے شاید کوئی اس پر یقین نہ کرے گا۔ عجب نہیں ہے کہ ایسا ہوا ہو اور واقعہ غارت و قتل لاہور کا ۶۱۴ھ میں واقع ہوا تھا اور سید احمد توختہ کی وفات ۶۰۲ھ میں ہوئی تھی۔ حدیقۃ الاولیا (صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳)۔

تذکرہ حمیدیہ کا پایہ

تذکرہ حمیدیہ جس کا ذکر مفتی غلام سرور صاحب مرحوم نے کیا ہے آج سے سوا چار سو سال پہلے کی تالیف ہے۔ اس کے مؤلف شیخ شہر اللہ بن شیخ رحمتہ اللہ بن تماجی بن کالو لانگاہ ہیں۔ جو ملتان کے مشہور حکمران خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس خاندان کے بہادر بادشاہ سلطان حسین لانگاہ نے جو کئی سال سلطان بہلول لودھی اور سکندر لودھی سے معرکہ آرا رہا۔ مؤلف تذکرہ حمیدیہ سے التجا کی کہ وہ دعا سے اس کی امداد اور دستگیری کریں۔ شیخ شہر اللہؒ کہتے ہیں کہ چونکہ مجھے حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ کے نواسہ سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم سے تعلق بندگی تھا۔ اس لئے میں ان کے روضۂ متبرکہ واقع مو مبارک جو زنڈہ ریلوے سٹیشن ریاست بہاول پور بڑی لائن سے ڈو میل جانب مغرب ہے (نامی) پر حاضر ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہو گیا اور سلطان حسین لانگاہ خلد اللہ عمرہ، ملک کی مہمات میں کامیابی کی بشارت حاصل کی اور پھر آپ کے حالات میں کتاب (تذکرہ حمیدیہ) تحریر کی۔

ایسی ثقہ کتاب سے مفتی صاحب مرحوم نے جو بیان قلمبند کیا ہے اور جس کی تائید تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً سنی سنائی باتوں سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔

کیا پی بیاں وقتِ واقعہ کربلا لاہور آئیں

واقعہ کربلا ۶۱ھ سنہ ۶۸۰ء میں واقع ہوا اس وقت تک حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہد کی فتوحات ایران۔ مکران اور افغانستان تک اسلامی تسلط بٹھا چکی تھیں۔ مگر ہندوستان میں داخلہ نہیں ہوا تھا۔ واقعہ کربلا کے ۳۱ برس بعد حجاج بن یوسف گورنر بصرہ کے بھتیجے محمد بن قاسم نے سترہ برس کی عمر میں راجہ داہر والی سندھ پر فوج کشی کی۔ کیونکہ اس کے ماتحت قزاقوں نے سندھ کے قریب اسلامی

جہاز لوٹ لئے تھے اور راجہ نے نقصان کی تلافی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نوجوان اسلامی جرنیل نے ۹۲ھ میں چھ ہزار فوج کے ساتھ راجہ کے پچاس ہزار کے لشکر کو شکست دی اور اس کی سلطنت کے بڑے بڑے شہروں پر جن میں ملتان بھی شامل تھا قبضہ کر لیا اور اس وقت سے مسلمانوں کا عمل دخل لاہور میں ہوا۔ کیونکہ انند پال کے جانشین جے پال ثانی نے تسلیم کردہ خراج دینے سے انکار کر دیا تھا مگر یہ سانحۂ کربلا سے قریباً ساڑھے تین سو سال بعد کا واقعہ ہے اس سے پہلے لاہور میں کسی مسلمان بزرگ کا خصوصاً عورت کا آنا ثابت نہیں۔

عورتیں کفرستانِ ہند میں کیوں آئیں

ایسے حالات میں جب لاہور میں کیا پنجاب میں کوئی مسلمان موجود نہ تھا۔ کسی مسلمان عورت کو کیا پڑی تھی کہ وہ اسلامی ممالک سے منہ موڑ کر تنہا لاہور کا رخ کرتی۔ واقعہ کربلا سے پیشتر تمام عرب، شام، مصر، عراق، ایران، فلسطین وغیرہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ مگر کسی بی بی کو شیعان کوفہ کا خوف تھا (کیونکہ انہی کے ہاتھوں کربلا کا سانحہ ہوشربا وقوع پذیر ہوا تھا) اور انہیں اپنے قریبی رشتہ دار یزید کا بھی ڈر تھا حالانکہ آل ابوطالب سے جو مرد بھی کوفیوں کے ہاتھ سے بچ کر دمشق پہنچے۔ وہ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ چہ جائیکہ عورتیں جن پر کسی غیور عرب نے کبھی حملہ نہیں کیا۔ تو وہ کفرستان کا رخ کرنے کی بجائے حجاز کا رخ کرتیں جو دمشق کے بعد کوفیوں کے غارت کردہ قافلہ کا مامن بنا۔ بنی امیہ کو تو خدا نے جہانداری اور جہانبانی کا ایسا جوہر عطا کر رکھا تھا کہ شاید وباید، وہ کبھی بنی ہاشم سے نہیں الجھے۔ حجاج بڑا سخت گیر تھا۔ مگر اسے خلیفہ عبدالملک کا تاکیدی حکم تھا کہ بنی ہاشم سے برسرِ پرخاش نہ ہونا۔ اس نے ایک ہاشمی عورت سے نکاح کر لیا جب خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً جدائی کرا دی۔ کیونکہ بنی امیہ اور بنی ہاشم ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ ان کی ناموس و حرمت مشترک تھی۔ پس یہ بالکل خلاف واقعہ ہے کہ بیبیاں سانحہ کربلا کے وقت بھاگ کر لاہور آئیں اور مکہ مدینہ نہ گئیں۔

لاہور میں چنگیزی مغلوں کی غارتگری

علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کے بعد اس کے بہادر بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے ۱۲۳۰ء میں باپ کی پیٹی اور تلوار زیب تن کی اور چنگیزی ترکوں سے یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ سندھ کے کنارے اس کا کثیر التعداد غنیم سے مقابلہ ہوا۔ صبح سے شام تک وہ بڑی مردانگی سے لڑتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اپنی قلیل جماعت کے ساتھ مقابلہ میں پورا نہیں اتر سکتا تو اس نے ایک نہایت بے جگرانہ حملہ کیا۔ اور زرہ وغیرہ پھینک کر دریا میں گھوڑا ڈال دیا۔ ہمراہیوں نے بھی اس کی متابعت کی۔ کئی ڈوبے اور کئی دشمن کے تیروں کی نظر ہو گئے۔ مگر وہ پار اترنے میں کامیاب ہو گیا اور لڑتا بھڑتا بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں لاہور پر قابض ہو گیا۔ مؤلف تاریخ لاہور نے یہ سنہ ۱۲۱۸ء کا واقعہ بتایا ہے۔ مگر غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ جلال الدین کی تخت نشینی کا سال سنہ ۱۲۳۰ء ہے خیر وہ تین سال کا ہیر پھیر ہے۔ اس کے تعاقب میں چنگیز خاں کا جرنیل ترتائی کئی ہزار سوار لے کر لاہور پہنچا اور اسے تاخت و تاراج کر دیا۔ اس فوج کے چلے جانے کے بعد جلال الدین ایران کی طرف مراجعت فرما ہوا اور اپنے باپ کی عظیم الشان سلطنت کا بہت سا حصہ واپس لینے میں کامیاب ہو گیا مگر سنہ ۱۲۳۱ء میں اس کی قسمت پھر زوال پذیر ہو گئی اور اسے کردوں کے ایک گاؤں میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس کے بعد خاندان غلاماں کے بادشاہ مسعود شاہ علاؤالدین کے عہد میں چنگیزی مغلوں نے پھر لاہور پر دسمبر ۱۲۴۱ء میں حملہ کیا کئی ہزار مسلمان شہید ہوئے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت سعید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں لاہور میں موجود تھیں۔ جب انہوں نے عزت خطرے میں دیکھی تو خدا سے دعا کر کے پیوند زمین ہو گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت علیؓ کی صاحبزادیوں کے نام

حضرت علیؓ کی صاحبزادیوں کے نام جو شیعوں کی تاریخ الائمہ مشہور بہ چہاردہ مجالس دلپذیر مؤلفہ سید وزیر خاں صاحب بہادر سب جج رائے بریلی کے صفحہ ۲۱۴ میں دیئے ہیں حسب ذیل ہیں۔ زینبؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ رضیہ، رقیہؓ، ام ایمنؓ، نقیہؓ، رملہؓ، خاتمہؓ صغرا، ام ہانیؓ ام الکرامؓ، امامہؓ، ام سلمہؓ، میمونہؓ، خدیجہؓ، فاطمہؓ ثانی۔

ان صاحبزادیوں کا عقد

کتاب المعارف کے صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ زینب کبرے بنت سیدہ فاطمہؓ کا عقد عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا تھا۔ ان سے کئی اولادیں ہوئیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ ام کلثوم کبرے (بنت سیدہ فاطمہؓ) کا عمر بن خطابؓ سے ہوا تھا۔ ان سے ایک لڑکا ہوا۔ بعد شہادت عمرؓ ان کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا پھر ان کے مرنے کے بعد عون بن جعفر نے نکاح کیا اور ان ہی کے عقد میں مریں۔ باقی لڑکیاں علیؓ کی سوائے ام حسن و فاطمہ کے عباس و عقیل کی اولاد کے عقد میں تھیں۔ ام حسن کا عقد جعدہ بن ہبیرہ مخذومی سے ہوا تھا۔ فاطمہ کا نکاح سعید بن اسود سے ہوا تھا جو حارث بن اسد کے قبیلہ سے تھے۔

حضرت عقیلؓ برادر علیؓ کی لڑکیوں کے نام

حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیلؓ کی صرف چار بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام ابن قتیبہ کی کتاب المعارف مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۴ میں درج ہیں (۱) زینب (۲) فاطمہ (۳) ام ہانی (۴) اسماء زوجہ عمرؓ بن علیؓ بن ابی طالب اور برادر حضرت علی کے صرف تین بیٹے (۱) عبداللہ (۲) عون (۳) محمد تھے۔

یہ بیبیاں نہ حضرت علیؓ کی لڑکیاں تھیں نہ عقیلؓ کی

ناظرین گذشتہ اوراق کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی حور، بی بی نور، بی بی گوہر بی بی شہباز حضرت علی یا ان کے بھائی عقیل کی صاحبزادیوں کے نام نہ تھے۔ بنظر غائر دیکھنے سے ایک اور حقیقت

آشکارا ہو گئی کہ گوہر اور شہباز فارسی الفاظ ہیں عربی نہیں۔ پس یہ نام عجمی ممالک میں پیدا شدہ اشخاص کے ہو سکتے ہیں نہ کہ عرب کے باشندوں کے۔ مزید برآں ان بی بیوں کے معرکہ کربلا کے وقت بھاگ کر لاہور آنے کا قصہ بھی محض بے حقیقت ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ پہلی صدی ہجری میں یہ شہر بالکل کفر کا گڑھ تھا۔ کوئی مسلمان یہاں نہیں پہنچا تھا۔ لہذا پردے دار ہاشمی خواتین کا اکیلے غیر اسلامی بستی میں آبسنے کا قصہ بالکل من گھڑت ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ ان کے نادزاد بھائی مسلم بن عقیل کوفیوں کی غداری کا شکار ہو گئے۔ تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مگر حرؓ نے جانے نہ دیا۔ اسی طرح میدان کربلا سے بھی شمر کی رکاوٹ کی وجہ سے نہ نکل سکے۔ جب امام جو شجاع مرد اور جاں نثار ساتھیوں والے تھے۔ دشمنوں کے پنجہ سے نہ چھوٹ سکے۔ تو بیبیاں کہاں جا سکتی تھیں اور یہ بات یوں بھی بہادر اور عربی عورتوں کی شان کے منافی تھی کہ اپنے عزیزوں کو گرفتار مصیبت چھوڑ کر خود کفرستان کی طرف بھاگ جائیں۔ حضرت علیؓ کے باطنی ایما کا قصہ بھی محض ایجاد بے بنیاد ہے۔ سیدہ زینب وغیرہا بی بیاں میدان کربلا میں موجود تھیں۔ مگر انہوں نے آخر تک اپنے بھائیوں کا ساتھ دیا اور بڑی دلیری سے کربلا کوفہ و دمشق میں گفتگو کرتی رہیں اور کسی نے انہیں اُف تک بھی نہ کہی۔ ہاں شہر بانو کے متعلق ضرور شیعی روایتیں ہیں کہ وہ گھوڑے پر چڑھ کر بھاگ گئی تھیں۔ تاکہ تکلیف سے محفوظ رہیں، مگر جن بیبیوں کا بھاگ کر لاہور آنا بیان کرتے ہیں۔ وہ ہاشمیہ تھیں۔ ایرانی نہ تھیں کہ بھائی بندوں کو گرفتار بلا دیکھ کر اپنی جان بچانے کی خاطر فرار اختیار کر جائیں۔ یہ تمام جھوٹے قصے ہیں۔ ان میں سچائی مطلق نہیں۔ پھر یہ روایت کہ وہ پہلے شام (صوبہ دارالسلطنت یزید) میں تھیں۔ امام حسینؓ کی آمد سن کر کربلا میں آئیں۔ مگر ان کے آنے سے پہلے خاتمہ ہو چکا تھا اس واسطے بخوف خاندان بنی امیہ بھاگ کر لاہور آئیں۔ کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ واقعہ کربلا سے پہلے تو شام کی اقامت میں کوئی خوف نہ تھا۔ مگر اس کے بعد اس قدر خائف ہوئیں کہ تمام اسلامی دنیا چھوڑ کر کفرستان کو ہجرت کر گئیں۔ کیونکہ بنی امیہ کو نہ کبھی ہاشمی عورتوں سے پرخاش

بھتی نہ ہوئی۔ مزید براں حضرت عقیل کی بنی امیہ سے موافقت تھی۔ کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی علی کو چھوڑ کر معاویہ کی جنبہ داری اور شرکت کی تھی۔ پس یزید سے ان کی بیٹیوں کو کیا خوف تھا۔

حضرت سیّد احمد توختہ ترمذ سے لاہور میں

تذکرہ حمیدیہ میں لکھا ہے کہ حضرت پیران پیر سیّد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دادا پیر حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہنکاری (ہنکار سے جس کا لفظ قاضی احمد الشہیر بہ ابن خلقان ہنکار لکھتے اور بتاتے ہیں) وہ ایک موضع ہے بلاد موصل مشرق کی طرف کی اولاد سے شیخ ابوالعلی ایستان سے خطہ کیچ مکران میں آئے اور اہل کیچ نے جو موجودہ فرمانروا کے جور و ستم سے تنگ آئے ہوئے تھے آپ کو اپنا سلطان منتخب کر لیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان رشید الدین فرمانروا ہوئے اور یہی وہ سلطان ہیں جن کا نام نامی پانچ بزرگ سلاطین کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے بیٹے سلطان قطب الدین کے عہد میں حضرت سید السادات جو امام علی اصغر زین العابدین کی اولاد سے تھے۔ اپنے وطن ترمذ سے جو ایران میں واقع ہے پر کیچ میں بمعہ اہل و عیال تشریف لائے اور سلطان موصوف کے بیٹے شہزادہ بہاؤالدین کی شرافت و نجابت کے گرویدہ ہو کر اپنی صاحبزادی بی بی حاج کا نکاح ان سے کر دیا۔ ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک شہزادہ جمال الدین (۲) شہزادہ ضیاء الدین (۳) شہزادہ حمید الدین مؤخرالذکر شہزادہ کا سالِ ولادت لفظ شرع سے برآمد ہوتا ہے۔ یعنی ۵۷۰ھ تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بغداد میں خلفائے عباسیہ میں سے مشہور عادل خلیفہ المستضی بامر اللہ فرمانروا تھا۔ جس کا نام سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر میں داخلِ خطبہ کیا تھا۔ لاہور میں اس وقت خاندان غزنویہ کے اکیسویں اور آخری سلطان خسرو الملک تاج الدولہ کی حکومت تھی۔ جو بعد ازاں ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء میں غوریوں نے ضبط کر لی۔ فاتح کا نام سلطان شہاب الدین المشہور محمد غوری ہے۔ جس نے پہلے سندھ اور ملتان ۵۷۱ھ میں فتح کیا۔ پھر ۵۸۳ھ میں غزنویوں

کو شکست دی اور اس کے ۲ سال بعد ۱۱۹۲ء میں بمقام تھانیسر راجپوتوں کو سخت شکست دی۔ اس لڑائی میں نہ صرف مہاراجہ پرتھوی راج مارا گیا، بلکہ ایک سو پچاس راجے جو اس کے ممد و معاون بن کر آئے تھے، اکثر کام آئے، قنوج ۱۱۹۳ء میں فتح ہوا۔ اور پھر گوالیار، بندھیا کھنڈ اور بنگال یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان اسلامی حکومت کا مرکز قرار پایا۔

یہی وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت سید احمد توختہ ترمذی رونق افروز لاہور ہوئے جب سید صاحب موصوف لاہور میں مقیم تھے۔ تو ان کے داماد سلطان بہاؤالدین کیچ میں دس سال حکومت کے بعد سلطنت کا نظام اپنے بھائی سلطان شہاب الدین ابوالبقاء کے سپرد کر کے شہزادگان جمال الدین و ضیاء الدین کو ساتھ لے کر مکہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور واپسی پر یمن صالح میں انتقال فرما گئے۔ اس کے بعد سلطان شہاب الدین نے دو سال کی حکومت کے بعد تخت و تاج شہزادہ حمید الدین کے سپرد کر دیا۔ آپ نے چند سال بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی اور پھر اس قسم کا واقعہ پیش آنے پر جو سلطان ابراہیم ادہم کی ترک شاہی کا موجب بنا تھا، بادشاہی چھوڑ دی اور اپنے چچازاد بھائی امیر تلنبہ کو فرمان دہی بخش کر فقیرانہ لباس زیب تن کر کے اپنے نانا سید احمد توختہ ترمذی کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے اور مجاہدہ و ریاضت سے صفائے باطن حاصل کی۔ سید صاحب موصوف سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم ہی کی موجودگی میں داصل حق ہوئے اور آپ ہی نے محلہ چلہ بی بیاں بھی جو ان کی صاحبزادیوں کی چلہ کشی کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے دفنایا اور خود حسب وصیت نانا صاحب مرحوم حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں بغداد تشریف لے گئے۔

سیدہ حاج کی اولاد مبارک اور اس کے مضافات میں

سیدہ حاج علیہا الرحمۃ کے فرزند ارجمند سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم

المتوفی ۶۳۷ھ کو شیخ شہاب الدین سہروردی نے بغداد سے اپنا خاص مصلیٰ بطور متبرک عطا کر کے رخصت کیا اور فرمایا کہ آپ کا باقی نصیب شیخ رکن الدین نبیرۂ شیخ بہاؤ الدین سہروردی ملتانی کے پاس ہے جو تا حال پیدا نہیں ہوئے۔ آپ بغداد سے ملتان کی طرف روانہ ہوئے راہ میں موسبارک میں (جس کی زیارت میں جنوری ۱۹۱۲ء میں کر چکا ہوں) اور جو حسب بیان بہاولپور گزیٹر، برائے سی باسی دوم کے چھ قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے، نزول جلال فرمایا۔ تاریخ مراد میں مسطور ہے کہ یہ رائے ہنس کر دڑ کی تعمیر ہے جس نے یہ اپنی ماں کے لئے بنوایا تھا۔ لہذا بنام مو مشہور ہوا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور راناکلس اس پر قابض تھا۔ ازاں بعد سلطان محمود غزنوی نے رائے بھوج کی حکومت میں اسے فتح کیا۔ اس کی فصیل چھ سو گز کے دائرہ میں ہے اس کے برجوں میں سے اب فقط ایک پچاس فٹ بلند موجود ہے۔ دیواریں نہایت سنگین اور مضبوط ہیں۔ اب اس میں تین سو گھروں کا گاؤں آباد ہے اور سلطان حاکم اور ان کی اولاد کے مزار بھی ایک وسیع چار دیواری میں اسی قلعہ میں بلندی پر واقع ہیں۔ قلعہ سے نیچے کی آبادی بھادروں کی ہے جو اس جوگی کی اولاد ہیں جس کو سلطان حاکمؒ نے بزور کرامت مسلمان کیا اور نام زین الدین رکھا تھا۔ راجہ رائے بھوج ولد رائے مکھ سنج اور اس کے بھائی ہند ورائے اور بلو رائے بمعہ فرزندان شمیر والیشر بھی آپ ہی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت حاکم کو شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ نے اپنے مرید قاضی کبیر ساکن موضع والر کے ذریعے ملتان بلایا اور یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوئے کہ آپ حضرت ابوالحسن ہنکاری کی نسل سے اور سید احمد ترمذی کے نواسے ہیں اور محض خوشنودی محبوب رب العالمین کے لئے حکومت چھوڑ کر فقر اختیار کر بیٹھے ہیں۔ پس آپ نے بڑی خوشی سے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس رابعہ زمانہ سے آپ کے ہاں حضرت نور الدین پیدا ہوئے جو ایسے باخدا مرد تھے کہ جمالیت کی ایک نظر اوتار بنا دیتی تھی۔ آپ کا مزار مو مبارک میں ہے،

اس کے پاس ہی دائیں طرف رکن عالم برادر خونی شیخ حاکم کے نانا قاضی ربیع الدین کے سوتیلے بھائی شیخ تاج الدین جن کی اولاد مومبارک اور اس کے مضافات اور پنڈی شیخ سے ضلع لائلپور میں لاکھوں کنال زمین کی مالک ہے۔ آپ کا مزار ملتان میں شیخ رکن الدین ملتانی کی والدہ ماجدہ کے روضہ کے پاس ہے۔

سیدہ حاج کے پوتے کی اولاد لاہور اور اس کے جوار میں

حضرت نورالدین کے پوتے عبدالعزیز بن شہاب الدین کے پوتے حضرت عبدالجلیل شاہ بندگی قطب العالم بن شیخ ابوالفتح بن عبدالعزیز نویں صدی ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اشارہ سے مومبارک سے لاہور وارد ہوئے اور خطہ کوٹ کروڑ کو جہاں اب آپ کی خانقاہ میکلوڈ روڈ پر واقع ہے شرف ورود بخشا اور ہزارہا گمراہوں کو اسلام کی راہ ہدایت پر لائے۔ میں نے آپ کے حالات تذکرہ قطبیہ ۱۹۱۳ء اور تبرک عرس اسی سال ۱۹۲۵ء میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ سلطان حاکم کے حالات میں تذکرہ حمیدیہ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا تھا اور سید احمد توختہ کے حالات بابرکات ۱۹۱۴ء میں طبع ہوئے تھے۔

اولادِ حضرت سید احمد توختہ ترمذی کا فرض

سید احمد صاحب موصوف کی نرینہ اولاد سے اس وقت لاہور میں سید منور علی شاہ صاحب سید صاحب، سید اظہر حسن صاحب زاہد بی اے بمعہ متعلقین آباد ہیں اور بتاتے ہیں کہ غازی پور، مادھو پور، داعی پور، سہارن پور، بجنور، شاہجہان پور، ملک مالوہ جونپور، سرائے جڑو، دہلی پور ساڈھورہ، پانی پت، چٹاگام۔ ملک بنگال بخیر آباد ضلع سیتاپور، سیانا، علی پور چودہ متصل کالپی، صوبہ متحدہ، بھوپال اور سید گڑھی وغیرہ الغرض باون مواضع میں ان کے اہل برادری بستے ہیں۔ سید صاحب موصوف کی دختری اولاد کو تو لاہور اور جوارِ لاہور میں کافی اثر و رسوخ

حاصل ہے۔ ان سب کو بی بیان پاکدامن کے مزارات سے دل بستگی اور عقیدت رکھنی چاہیئے کیونکہ سب سے زیادہ انہی کو اہم خاندانی تعلق ہے۔ مجاوری ان کا پیشہ نہیں، خیال یہ رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اس درگاہ کے گرد و پیش کا قبرستان منہدم ہو کر اور بک کر اغیار کے قبضہ میں جا رہا ہے۔ یہ بھی خدانخواستہ نہ چلا جائے۔ اس پر اہل سنت کا قبضہ بحال رہنا چاہیئے۔ ماتم شعار لوگوں کا اس پاک درگاہ سے نہ کوئی تعلق تھا اور نہ ہی ہونا چاہیئے۔

سلسلہ شتاریہ منقول از تذکرہ حمیدیہ قلمی

حضرت سلطان التارکین غوث العالمین، ختم المجتہدین، شیخ المقربین، حمید الملّت والشرع والدین حاکم ابو الغیث القریشی الہاشمی الہنکاری آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تبرک خرقہ شتاریہ اپنے نانا سید السادات سید احمد توختہ سے حاصل کیا۔ انہوں نے برہان السالکین قطب العارفین شیخ احمد نور بخش سے۔ انہوں نے اپنے پیر شیخ السالکین نجم الدین سفرادی سے۔ انہوں نے اپنے پیر شیخ شرف الدین جرجانی سے۔ انہوں نے تقی الدین احمد صنعا سے۔ انہوں نے مقری الصباغ الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ انہوں نے کمال الدین حسن طیبیؒ سے۔ انہوں نے بدر الدین سید علی طیبی سے۔ انہوں نے شیخ نور الدین طیبی سے۔ انہوں نے سلطان العارفین ابو یزید بسطامیؒ سے اور وہ خلافت رکھتے تھے حضرت امام جعفر صادقؓ سے اور وہ اپنے والد امام باقرؓ سے اور وہ اپنے والد حضرت امام زین العابدینؓ سے اور وہ اپنے والد امام حسینؓ شہید کربلا سے اور حضرت خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تاریخ وفات حضرت سید احمد توختہ ترمذی والد بی بیان پاکدامن مرشد پنجاب ۶۰۲ھ

شد بہ بزم احمدی چوں زیں سرا	سید احمد شہ برناد پیر
پیر ہادی سیر عالی جاہ گو	رحلتش سید دلی میر کبیر

ماہتابِ دین احمد کن رقم | آفتابِ حسن اے روشن ضمیر
ماہ روشن یا دلی روشن است | بادشاہِ نامدار اے دستگیر
ہم زہے شمعِ بقیس شد جلوہ گر | از خرد تاریخ آں مہرِ منیر
سیدا احمد حبیب جنت است | ہادیٔ بے مثل سائش بے نظیر

۶۰۲ھ ماخوذ از گنج تاریخ صفحہ (۱۲) (غلام دستگیر نامی محلہ چلہ بی بیاں لاہور)

رسالہ "بیبیاں پاک دامناں" کے صفحہ ۱۴ پر پروفیسر ڈاکٹر مسعود خاکی صاحب یُوں تحریر فرماتے ہیں۔

بعض مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ مخدراتِ عصمت حضرت علیؓ اور حضرت عقیل کی بیٹیاں نہیں ہیں، سیرت و تاریخ کی قدیم کتابوں میں بھی ان کے عرب سے ہجرت کر کے ہندوستان میں آنے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

جلد نمبر ۵ ص ۳۶۱ (مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور)

پاک دامن بی بیاں (بی بی پاکدامناں) لاہور کے مزارات و مقابر میں سے قبرستانِ بی بی پاکدامناں بھی زمانۂ دراز سے مشہور و متبرک چلا آتا ہے لیکن تاریخی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس قبرستان کا آغاز کب ہوا۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء نے بحوالہ تذکرۂ حمیدیہ لکھا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک عابد و زاہد بزرگ سید احمد توختہ (م ۶۰۲ھ) لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ ان کی چھ بیٹیاں تھیں، بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز، یہ سب بڑی عابدہ زاہدہ تھیں، اپنے والد کی وفات کے بعد جن کا مزار محلہ چلہ بیبیاں لاہور میں موجود ہے، یہ صاحبزادیاں فصیل سے گھر سے ہوئے لاہور کو چھوڑ کر اس علاقے میں قیام پذیر ہو گئیں جہاں اب یہ قبرستان واقع ہے۔ ان کا سال وفات ۶۱۵ھ کے بعد ہوگا کیونکہ جب چنگیز خاں

۶۱۴ھ میں جلال الدین خوارزم کا تعاقب کر رہا تھا تو اس وقت ان بی بیوں کی لاہور میں موجودگی کا ثبوت ملتا ہے (کنہیالال: تاریخ لاہور، ص ۳۰۸) یہ سب بیبیاں اس جگہ مدفون ہیں اور ان کے مزار دو احاطوں میں ہیں پہلے احاطے میں بی بی حاج، بی بی تاج اور بی بی نور کی قبریں ہیں اور دوسرے احاطے میں بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز کی۔ یہ سب قبریں پختہ چونا گچ سے بنی ہوئی ہیں۔ پہلے احاطہ میں ایک مقبرہ پختہ گنبد دار بنا ہوا ہے، جس کا سن تعمیر ۱۰۱۶ھ ہے اور جو میراں محمد شاہ موج دریا بخاری (م ۱۰۱۳ھ) کے بھائی سید جلال الدین حیدر بخاری کا ہے۔ عبداللہ (یا محمد جمال) المعروف بہ باباخاکی کی اولاد ان خواتین کے مزاروں کی مجاور ہے۔ ان مزاروں کے ساتھ سلاطین وقت نے کچھ اراضی وقف کر دی تھی۔

درگاہ حضرت بی بی پاکدامناں، چند حقائق اور چند یادداشتیں

(حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج لاہور، چیئرمین مذہبیہ کمیٹی دربار بی بی پاکدامناں (محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور)

عزیز مکرم مولانا احمد حسن صاحب نوری نائب مدیر عرفات لاہور کے استفسارات کے جواب میں چند حقائق اور چند یادداشتیں قلم بند کر رہا ہوں، ہو سکتا ہے بعد میں آنیوالے مؤرخین کے لئے سود مند ثابت ہوں ——— نذر

اسمائے گرامی درگاہ حضرت بی بی پاک دامناں" کے نام کی ترکیب بادی النظر میں کچھ عجیب سی ضرور محسوس ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ خود اس درگاہ کا دیگر مزارات سے مختلف النوع ہونا ہے، یہ درگاہ قابل احترام چند مخدرات کی ہے۔ اس لحاظ سے اس نواح میں واحد درگاہ ہے جہاں مخدرات مدفون ہیں اور کثیر تعداد انہیں مدفون ہیں اس لئے اس درگاہ کو "بی بی پاکدامناں" یا "بیبیاں پاکدامن" کے

نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس درگاہ میں مدفون مخدرات کے اسمائے گرامی پر دوسرے فاضل مؤرخین تفصیل سے بحث کر چکے ہیں اور مجھ سے استفسار بھی نہیں کیا گیا ہے اس لئے اس موضوع کو چھوڑ رہا ہوں۔

مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں

یہ مزار ۱۹۶۷ء میں محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لے لیا اس زمانہ میں مغربی پاکستان کے چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف مسٹر محمد مسعود سی۔ ایس۔ پی تھے جو کھدر پوش بھگت کے نام سے مشہور ہیں، مزار کو سرکاری تحویل میں لئے جانے کا اعلان دی گزٹ ویسٹ پاکستان کی غیر معمولی اشاعت مجریہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۷ء کو بروز منگل کیا گیا، مزار کے علاوہ ملحقہ قبرستان مسجد اور اردگرد کے متعدد مکانات اور دکانوں کو بھی سرکاری تحویل میں لئے جانے کا اعلان سرکاری گزٹ میں کر دیا گیا۔

قبرستان اور مسجد حنفیہ

اس سے دو سال تین ماہ بعد انہیں چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف کے دستخطوں سے ۱۵ دسمبر ۱۹۶۹ء کو نوٹیفکیشن نمبر ۶۳/ AF AUQ (71) جاری ہوا۔ اس کی مدد سے مزار کے ملحقہ تمام قبرستان، مکان اور دکانوں اور ایک مسجد کو واگذار کر دیا گیا۔ اس مسجد سے مراد مسجد عرفانیہ ہے جو مزار کے عقب میں گلی نمبر ۱۸ محمد نگر میں واقع ہے اور اب جامعہ نعیمیہ کے زیر انتظام ہے۔

اس وقت صرف مزارات بی بی پاکدامناں جو ایک وسیع چار دیواری میں محدود ہے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہیں اور اس درگاہ کی گلی کے نکڑ والی مسجد محکمہ اوقاف کی نگرانی میں ہے جو مسجد حنفیہ کے نام سے موسوم ہے اس مختصر سی خوبصورت مسجد کی توسیع اور جدید تعمیر کا انتظام بندہ کو توفیق الٰہی سے عطا ہوا۔ مسجد حنفیہ کے پیش امام اور مؤذن محکمہ اوقاف کی طرف سے مقرر ہیں اور سر دست بندہ اس کا منتظم ہے۔

سنی مزار یا شیعہ ۔ نائب مدیر عرفات نے استفسار فرمایا ہے کہ مزار سنی ہے یا شیعہ

یا اللہ　　لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ　　یا محمدؐ

مقبرہ

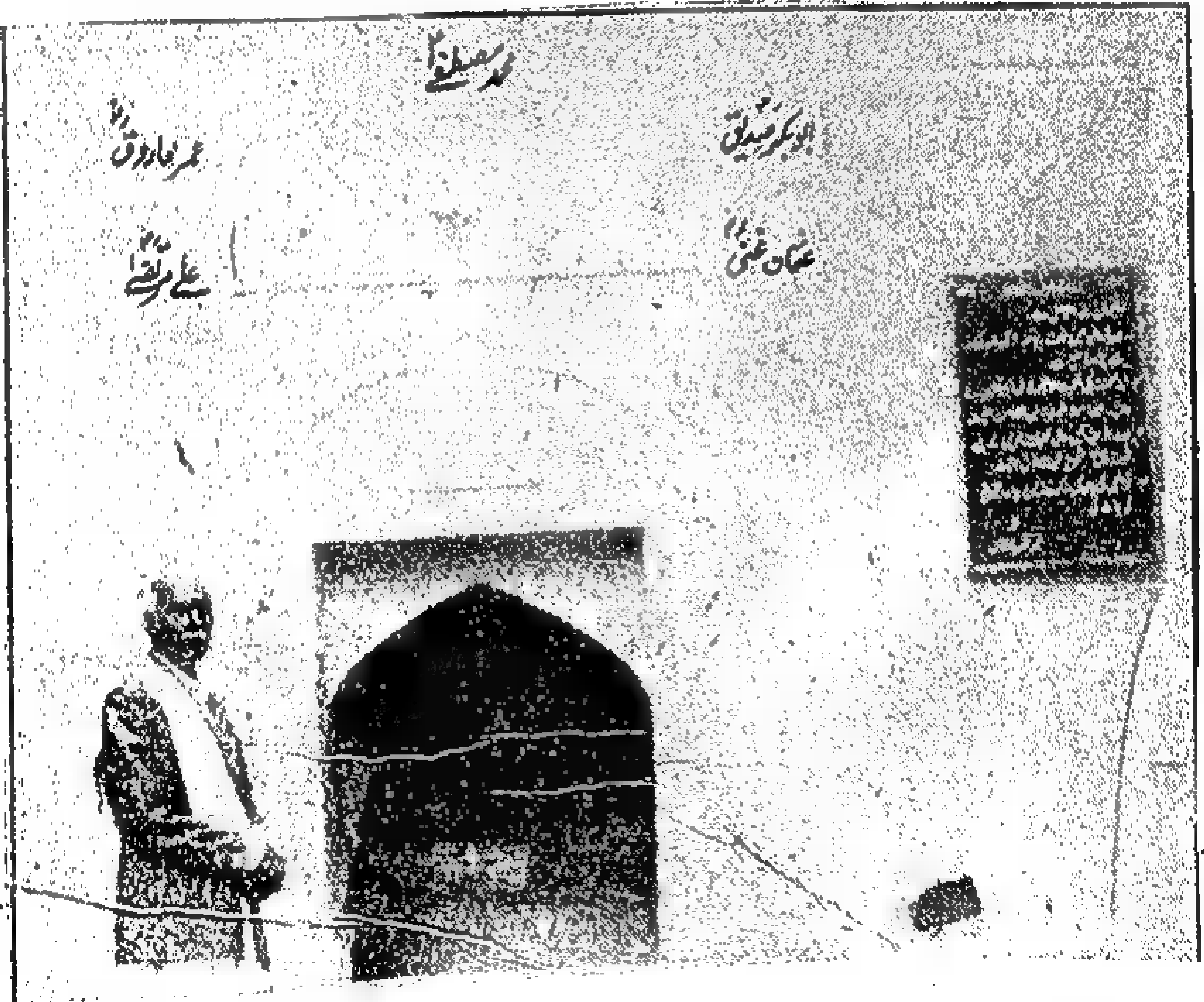
مظہر محبت تامہ قاسم فیض عام محبوب الٰہی

حضرت سید جلال الدین شاہ حیدر بخاریؒ

برادر حقیقی

حضرت سید موج دریا صاحب بخاریؒ

تاریخ وصال ۱۱ محرم سنہ ۱۰۱۶ھ



مزار اقدس سید جلال الدین حیدر بخاریؒ
برادر سید موج دریا بخاریؒ

اس کے جواب میں بندہ ان حقائق کی طرف ان کی توجہ مبذول کرا دینا کافی سمجھتا ہے۔

(۱) درگاہ حضرت بی بی پاکدامناںؒ کے مجاور شروع سے آخر تک سنّی رہے ہیں شیعہ مزار کی تولیت سنی مجاورین کے پاس نہیں ہو سکتی۔

(۲) محکمہ اوقاف نے مزار کا قبضہ سنی مجاورین سے بطور سنی مزار کے لیا ہے اور از روئے قانون اس حیثیت کو تبدیل نہیں جا سکتا۔

(۳) درگاہ کی زمین یعنی جس چاردیواری میں مزارات واقع ہیں اس کی اراضی کا اندراج سرکاری کاغذات میں سنی مجاورین کے نام پر ہی ہے۔ اس سے اس کی حقیقت واضح ہے

(۴) درگاہ بیبیاں پاکدامنؒ کے اردگرد کے تمام وسیع قبرستان بھی اہل سنت والجماعت کے ہیں، اہل تشیع کا قبرستان یہاں سے بہت دور میکلوڈ روڈ پر واقع ہے اور مومن پورہ کے نام سے موسوم ہے

(۵) مزار سے ملحقہ مسجد جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں مسجد حنفیہ کے نام سے معروف ہے

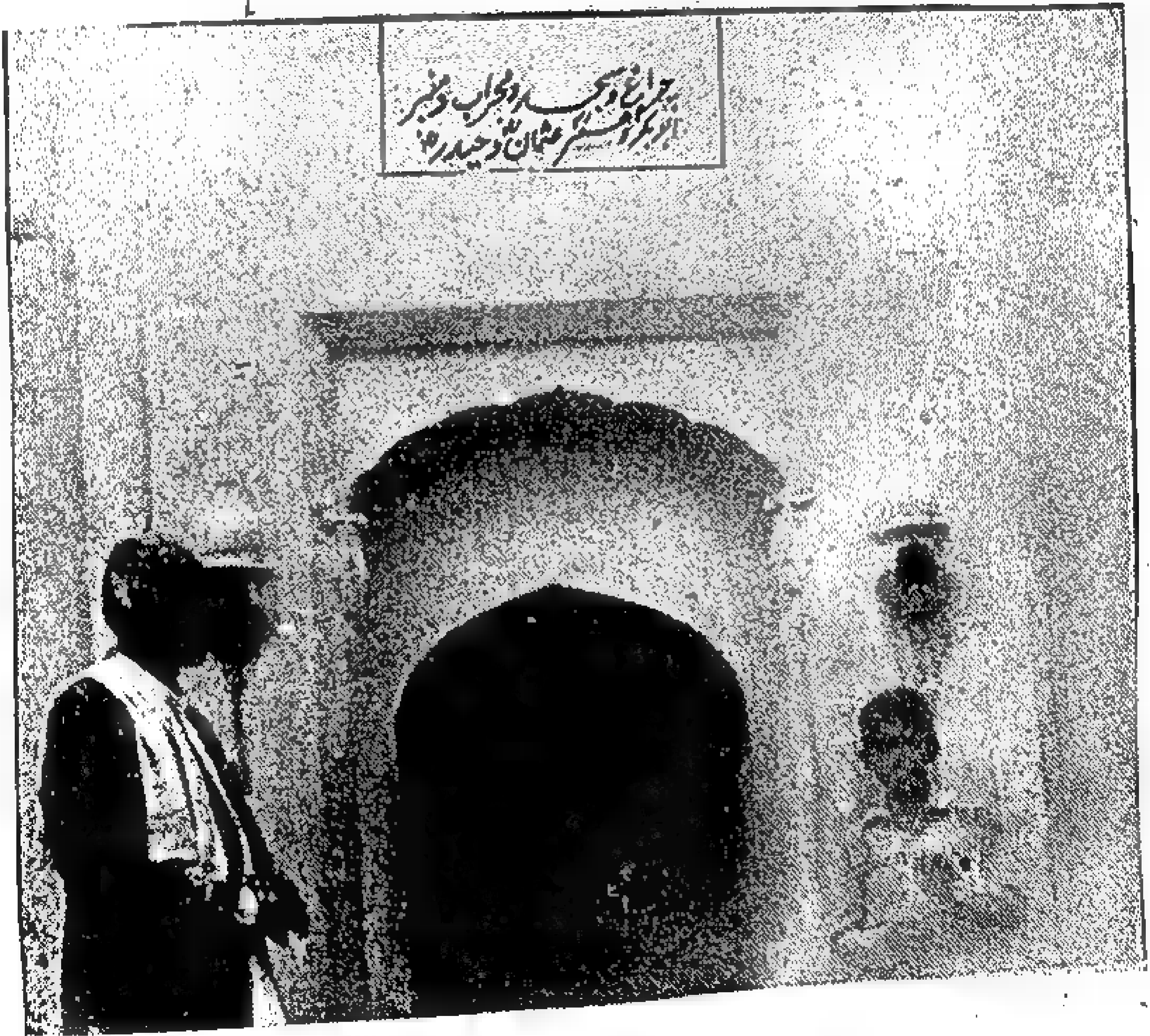
(۶) مزار حضرت بیبیاں پاک دامنؒ کا سالانہ عرس از اوّل تا آخر سنی مراسم کے مطابق ہوتا ہے ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہے، عرس پر کوئی شیعہ رسم ادا نہیں ہوتی۔

(۷) محکمہ اوقاف نے جو امور مذہبیہ کی کمیٹی سرکاری طور پر مقرر کی ہے اس کا چیئرمین سنی ہے، اس کمیٹی کے اراکین بھی ایک کے سوا سب سُنی ہیں یہ ایک شیعہ رکن بعد میں شامل کیا گیا ہے لیکن اب وہ بھی بطور (CO-OPTED) اضافی ممبر کے ہیں ملاحظہ ہو آفس آرڈر ناظم اوقاف سنٹرل زون نمبر ۱۷ AC 2-4/1-4/SCA مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۷۲ء۔

خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی

ان حقائق کے باوجود کچھ مقامی شیعہ حضرات نے بعض ایسی باتیں کیں جن سے شیعہ سنی کا سوال کھڑا ہو گیا اور کشیدگی پیدا ہو گئی۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ



مسجد بابا خاکی (مجاور اوّل)
(بی بیای پاکدامنانؒ لاهور۔)

ایک عقیدتمند نے مزار پر گنبد تعمیر کرایا اور اس میں محکمہ کی اجازت کے بغیر یک طرفہ طور پر دوازدہ آئمہ کے اسماء شیشہ سے کندہ کرا دیئے۔ دوسرے عقیدت مند نے مزار کے ستونوں پر خلفائے راشدینؓ کے اسماء کندہ کرا دیئے لیکن شیعہ حضرات نے اس بات پر احتجاج شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری طور پر اگست ۱۹۷۱ء میں خلفائے راشدینؓ کے اسماء مبارکہ اتار دیئے گئے۔

اہل سنت والجماعت کے لئے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہو گئی اس لئے کہ سنی مزار سے خلفائے راشدینؓ کے اسمائے مبارکہ کا حذف کیا جانا نہ عقلاً درست تھا نہ قانوناً روا تھا۔ انہوں اس مسئلہ پر شدید احتجاج کیا۔ جلسے کئے، جلوس نکالے۔ بطور احتجاج مسلسل بازار بند رہے لیکن یہ سب کچھ پرامن طور پر ہوا۔ آخر ان کا یہ جائز مطالبہ تسلیم کر لیا گیا اور محکمہ اوقاف حکومت پنجاب نے شیعہ سنی عمائدین کے باہمی اتفاق سے خلفائے مبارکہ متصلہ مزار حضرت جلال الدین بخاریؒ کے باہر سنگ مرمر سے کندہ کرنے کی اجازت دے دی اور تسبیح خانہ ملحقہ مزار پر یہ مشہور شعر بھی کندہ کرانے کی اجازت دے دی۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر　　ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ

ملاحظہ ہو فیصلہ نمبر AUQAF/63 ۱۱ ا د ۹ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۷۲ء

محکمہ اوقاف کا آخری فیصلہ

خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی اور مذکورہ بالا شعر نمایاں طور پر سنگ مرمر پر کندہ ہو کر لگ گئے۔

اس کے بعد پھر بعض شیعہ حلقوں سے کچھ سوال اٹھائے گئے چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۹۷۲ء کو دوبارہ سنی شیعہ نمائندگان کی میٹنگ زیر صدارت ناظم اعلیٰ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب سول سیکرٹری ایٹ میں منعقد ہوئی اس میں نہایت اہم فیصلے ہوئے، مندرجہ فیصلہ نمبر ۲ یہاں خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

" مزار حضرت بیبیاں پاک دامن کو محکمہ اوقاف نے بطور ایک سنی وقف کے اپنی تحویل میں



مزارات : عبد اللّٰہ (یا محمد جمال)
المعروف بابا خاکی اور ان کی اہلیہ
(مجاور اول بی بیای پاکدامناںؒ لاہور)

لیا تھا اور آئندہ بھی اسے ایسا ہی تصور کیا جائے گا۔ البتہ سنی حضرات اس امر پر معترض نہ ہوں گے کہ شیعہ حضرات ایسی غیر اختلافی رسوم مزار کے بیرونی احاطہ میں مقررہ وقت پر اس طرح ادا کریں جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

ملاحظہ ہو چیف ایڈ منسٹریٹر اوقاف نمبر 63/AU-QAF(71) مورخہ یکم اپریل ۱۹۷۲ء

میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کسی ابہام، شک و شبہ یا اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی ہے میرے لئے کشمکش کے یہ ایام بڑے ہی صبر آزما اور آزمائش کے تھے، الحمدللہ میرا علاقہ اور لاہور شہر بدامنی اور فساد سے محفوظ رہا اور تمام مسائل پُر امن طور پر حل ہو گئے، علماء کرام نے نمائندین شہر نے، علاقہ کے اراکین نے، عوام و خواص نے کامل تعاون اور رواداری کا ثبوت دیا

حقیقی جائزہ

دیکھا آپ نے ہم نے اب تک مستند اور مشہور کتب تواریخ و سوانح کے جو اقتباسات پیش کئے انہیں دیکھنے کے بعد آپ پر یہ باتیں روشن ہو گئی ہوں گی جنہیں کتاب تحقیقات چشتی کے مصنف مولوی نور احمد چشتی اور کتاب تاریخ بیبیاں پاکدامناں کے مؤلف مولوی محمد بخش قریشی نے اپنی کتابوں میں افسانوی رنگ دے کر تاریخ کو مکدر کر دیا تھا۔ کہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ کبریٰؓ زوجہ جناب مسلم بن عقیلؓ اور حضرت عقیلؓ کی صاحبزادیاں میدان کربلا سے ہجرت کر کے ۶۱ھ میں لاہور پہنچی تھیں۔ مولوی محمد قریشی نے تو پیٹ بھر کر جھوٹ بولا۔ کہ حضرت عقیلؓ کی پانچ صاحبزادیاں ام ہانی، اسماء، ام لقمان، رملہ اور زینب درمعیت رقیہ کبریٰؓ بنت علی علیہ السلام معہ حفاظ و ہمراہیاں رازداری کی خاطر اور یزیدی ٹولہ کے خوف اور جاسوسوں سے بچنے کی خاطر حاج، تاج، نور، حور، گوہر اور شہباز نام اختیار کر کے لاہور وارد ہوئیں" (تاریخ بی بیاں پاکدامناں ص ۲۴۳)

استغفر اللہ، مفاد پرست اپنی مطلب براری کی خاطر کیسے کیسے ڈھونگ اور

ڈرامے رچاتے رہتے ہیں جن کے نہ پیر ہوتے ہیں نہ سر۔

کتاب تحقیقاتِ چشتی کے بارے میں نقوش لاہور نمبر کے صفحہ ۹۸۱ پر یوں لکھا ہے۔

"تاریخی نقطۂ نظر سے یہ کتاب عیوب سے پاک نہیں۔ بعض سنین غلط ہیں، کہیں واقعات اصل حقائق سے ہٹ گئے ہیں، بعض سنی سنائی باتیں جو مؤرخ کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں درج کر دی گئی ہیں۔

بہر حال ہماری تحقیق و جستجو کے بعد درج ذیل حقائق منظر عام پر آئے ہیں ملاحظہ فرمائیے

(۱) مکہ اور مدینہ سے جو نفوس اہل بیتؑ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ کربلا گئے تھے ان میں سے کسی ایک فرد نے بھی آخر دم تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور یہ کہنا سراسر بہتان اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنا ہے کہ یہ قافلۂ اہل بیت بحکم حضرت امام حسینؓ یہاں آیا ہے ۶۱ھ میں تو یہ کفر گڑھ تھا۔ تاریخ کی کسی کتاب میں بھی اس واقع کے بارے ایک حرف تک نہیں لکھا دیکھا، اہل اسلام کے یہاں آنے کا اس وقت سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰؓ کی اٹھارہ صاحبزادیوں میں دو رقیہ نامی بھی تھیں ایک سیدہ رقیہ کبریٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیلؓ تھیں۔ جن کا مزار اقدس دمشق (شام) میں ہے اور دوسری سیدہ رقیہ صغریٰ زوجہ جناب عبد الرحمٰن بن عقیل تھیں جن کی زیارت گاہ مصر میں موجود ہے۔

(۳) پاکستان کے شہر لاہور میں خانقاہ بی بیاں پاکدامناںؒ کو حضرت علیؓ اور حضرت عقیلؓ کی صاحبزادیوں سے منسوب کرنا سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ مزارات بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز کے ہیں، جو مرشد پنجاب حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ کی

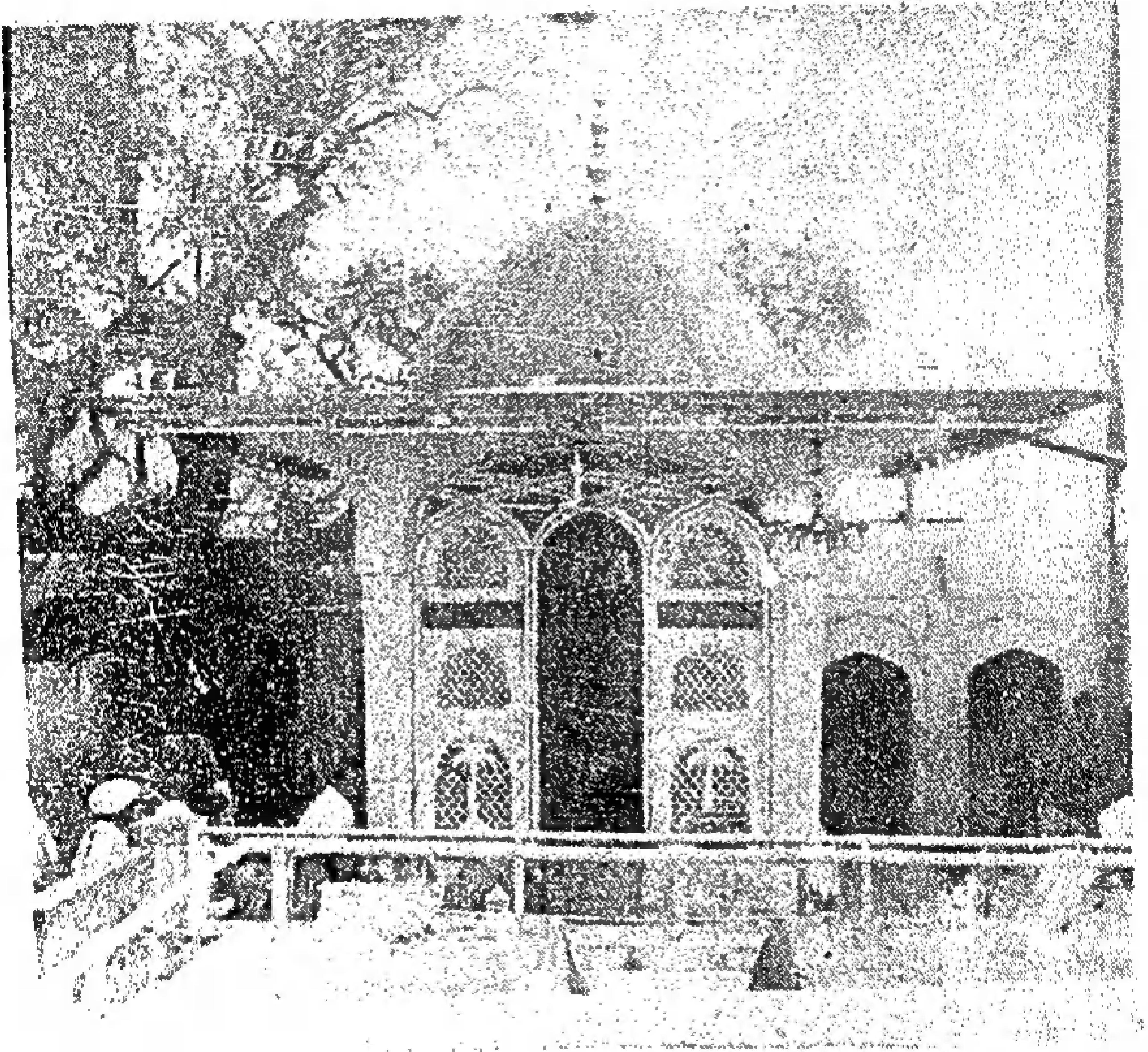
صاحبزادیاں تھیں، یہ خانقاہ بحیثیت ایک "سنی مزار" حکومت پاکستان (محکمہ اوقاف) نے اپنی تحویل میں لیا تھا۔ اس کے تمام گدی نشین بھی اہل سنت والجماعت ہیں، یہاں کے عرس وغیرہ بھی سنی عقیدہ کے مطابق ہوتے ہیں، محکمہ اوقاف کو چاہیئے کہ مزار مذکورہ میں جو غلط اور بے بنیاد سوانح اور نام ان بیبیوں سے منسوب کر کے لکھے ہوئے ہیں، انہیں حذف کر کے اس کتاب کی روشنی میں صحیح طور پر لکھوا کر نصب کئے جائیں تاکہ تاریخ اور شنید میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اسے پُر کیا جا سکے تاکہ آنے والی نسلیں اس تضاد پر انگشت بدنداں نہ ہوں اور نہ عقیدت مندوں میں اختلاف باقی رہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ؕ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؕ

احقر

حفیظ اللہ خاں منظر

درگاہ حضرت بی بی حاجؒ
دختر
حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ



المشہور بی بی پاکدامن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بی بی پاکدامناں صاحبہ لاہور

سیدہ رقیہ کبریٰ سلام اللہ علیہا

بنتِ حضرت علی المرتضیٰؓ زوجہ حضرت مسلم بن عقیلؓ

کا

روضہ کہاں ہے؟

لاہور یا دمشق میں!

تاریخ کی روشنی میں

کتاب جو عنقریب منظرِ عام پر آرہی ہے

مؤلفہ

فضل احمد نشان

سجادہ نشین

بی بی پاکدامن لاہور

ضرت بی بی پاکدامناں

(لاہور)

ن ہیں اور کہاں سے آئیں؟

ایک تاریخی دستاویز

پیشکش

حفیظ اللہ خاں منظر

ادارہ ضیائے ادب ۲۹/۶ بی بی پاکدامن، لاہور